اسلام میں

عفو و درگذر کا مقام

تالیف

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں

عفو ودرگذر کا مقام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں
عفو و درگذر کا مقام

تالیف:

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

وخلیفہ:

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ

Contact No.: +91- 9412866177, 9627625461

باھتمام:

مرکز الکوثر التعلیمی والخیری مرادآباد

اشاعت کی عام اجازت ہے۔

تفصیلات

نام کتاب	:	اسلام میں عفو ودرگذر کا مقام
تالیف	:	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
طبع اول	:	۱۴۴۲ھ مطابق ۲۰۲۱ء
صفحات	:	۱۷۴
باہتمام	:	مرکز الکوثر التعلیمی والخیری مرادآباد

ملنے کے پتے:

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد یوپی

فرید بک ڈپو دہلی

دارالکتاب دیوبند

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

مکتبہ عکاظ دیوبند

مکتبہ ندویہ لکھنؤ

اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی

مرکز دعوت وارشاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی یوپی

مولانا عبدالسلام خان قاسمی 179 کتاب مارکیٹ، وزیر بلڈنگ، بھنڈی بازار ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

پیش گفتار ---------- ۱۳

❑ **ابتدائیہ**: اسلام میں عفوودرگذر کا مقام ---------- ۱۸-۱۵

❑ **باب اول**: قرآنی ہدایات وتعلیمات ---------- ۳۶-۱۹

❍ (۱) خلق عظیم ---------- ۱۹

❍ (۲) حکم ربانی ---------- ۲۰

❍ (۳) حکیمانہ ہدایت ---------- ۲۱

❍ (۴) دوسروں کی بدسلوکی کا ردعمل اور قرآنی ہدایات ---------- ۲۱

❍ (۵) حاسدین سے اعراض ---------- ۲۴

❍ (۶) ہابیل کا جواب ---------- ۲۵

❍ (۷) خوبصورت حکم ---------- ۲۵

❍ (۸) بنیادی تعلیم ---------- ۲۶

❍ (۹) اہل تقوی کے اوصاف ---------- ۲۷

❍ (۱۰) اہل ایمان کو خصوصی تلقین ---------- ۲۸

❍ (۱۱) مؤمن کامل کا مثالی وصف ---------- ۲۹

❍ (۱۲) زریں نصیحت ---------- ۳۰

❍ (۱۳) جامع ہدایت نامہ ---------- ۳۰

❍ (۱۴) عفوواعراض ---------- ۳۳

❍ (۱۵) حصول تقویٰ کا نسخہ ---------- ۳۳

- (١٦) بہترین کردار ---------- ٣٤
- (١٧) نیک بندوں کی خصوصیت ---------- ٣٤
- (١٨) نیک بندوں کے اوصاف ---------- ٣٥
- (١٩) فکر انگیز ہدایت ---------- ٣٥
- (٢٠) مخالفین سے کنارہ کشی ---------- ٣٥
- (٢١) اللہ کی شان کرم ---------- ٣٦

باب دوم: احادیث نبویہ ---------- ٣٧-٤٧

- (١) جامع ارشاد ---------- ٣٧
- (٢) عزت میں اضافہ کا عمل ---------- ٣٨
- (٣) مطلوب وسعت ظرف ---------- ٣٨
- (٤) خطبۂ تبوک ---------- ٣٩
- (٥) عفو ودر گذر کی فضیلت ---------- ٣٩
- (٦) اصل صلہ رحمی ---------- ٤٠
- (٧) غصہ پی جانے کی فضیلت ---------- ٤٠
- (٨) بیش قیمت وصیت ---------- ٤٠
- (٩) ذمہ داران کو ہدایت ---------- ٤١
- (١٠) جامع نصیحت ---------- ٤١
- (١١) مؤثر دعا ---------- ٤١
- (١٢) رحمت الٰہی کے حصول کا نسخہ ---------- ٤٢
- (١٣) فکر انگیز حقیقت ---------- ٤٢
- (١٤) عظیم خصلتیں ---------- ٤٢
- (١٥) عجیب نمونہ ---------- ٤٣
- (١٦) اللہ کی پسندیدہ صفت ---------- ٤٣

- (۱۷) جنت کے محلات ---------- ۴۳
- (۱۸) اعلیٰ انعام ---------- ۴۴
- (۱۹) باعث عزت عمل ---------- ۴۴
- (۲۰) ابو ضمضم کا کردار ---------- ۴۴
- (۲۱) سب سے اعلیٰ اخلاق ---------- ۴۵
- (۲۲) مغفرت کا صلہ ---------- ۴۵
- (۲۳) معاف کرنے کی فضیلت ---------- ۴۶
- (۲۴) اللہ کی مدد ---------- ۴۶
- (۲۵) حکام کو خاص ہدایت ---------- ۴۷

باب سوم: سلف امت کے اقوال ---------- ۴۸-۶۹

- (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا جواب ---------- ۴۸
- (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ---------- ۴۸
- (۲) حضرت لقمانؒ کی نصیحت اور کلمات ---------- ۴۹
- (۳) بہترین دعا ---------- ۵۰
- (۴) سب سے بردبار انسان ---------- ۵۰
- (۵) حضرت علیؓ کے اقوال زریں ---------- ۵۰
- (۶) عداوت ختم کرنے کا نسخہ ---------- ۵۱
- (۷) حضرت معاویہؓ کے کلمات ---------- ۵۲
- (۸) حضرت ابوالدرداءؓ کے ارشادات ---------- ۵۲
- (۹) حضرت ابوامامہؓ کا قول ---------- ۵۳
- (۱۰) بغیر حساب کے جنت میں داخلہ ---------- ۵۳
- (۱۱) حقیقی حلم اور صلہ رحمی ---------- ۵۴
- (۱۲) حضرت جریرؓ کا خطاب ---------- ۵۴

- (۱۳) بیش قیمت نسخہ ---------- ۵۵
- (۱۴) پسندیدہ خصلتیں ---------- ۵۵
- (۱۵) کامل اہل ایمان کا وصف ---------- ۵۶
- (۱۶) قیمتی نصیحتیں ---------- ۵۶
- (۱۷) سب سے بہتر اخلاق ---------- ۵۷
- (۱۸) کمینہ صفت لوگ ---------- ۵۸
- (۱۹) عفو یا انتقام ---------- ۵۸
- (۲۰) حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا طرز عمل ---------- ۵۹
- (۲۱) ایک دانا انسان کا جواب ---------- ۶۰
- (۲۲) حضرت سنان بن ثابتؒ کی نصیحت ---------- ۶۰
- (۲۳) امام اعظمؒ کی وصیت ---------- ۶۱
- (۲۴) حکیمانہ ارشاد ---------- ۶۱
- (۲۵) فضیلت کے حاملین ---------- ۶۲
- (۲۶) امام ابو حاتمؒ کی نصیحت ---------- ۶۲
- (۲۷) حضرت ایوب سختیانیؒ کا قول ---------- ۶۳
- (۲۸) حضرت بلال بن علاء باہلیؒ کا طرز عمل ---------- ۶۳
- (۲۹) سچی مثال ---------- ۶۴
- (۳۰) اہل علم وحکمت کے فکر انگیز اقوال ---------- ۶۵
- (۳۱) سکندر کا قول ---------- ۶۸
- (۳۲) حکیم الامتؒ کا ملفوظِ حکمت ---------- ۶۸
- (۳۳) مؤثر نصیحت ---------- ۶۸
- (۳۴) عفو ودرگذر کی برکت ---------- ۶۹
- (۳۵) عفو ودرگذر کا انعام ---------- ۶۹

❏ **باب چہارم**: منتخب عربی اشعار --------------------- ۷۴-۷۰

❏ **باب پنجم**: سیرت ﷺ نبویہ کے روشن نمونے ---------- ۸۲-۷۵

❍ فتح مکہ اور سرداران قریش -------------------------- ۷۵

❍ حضرت امیر حمزہؓ کا قاتل وحشی بن حرب ---------------- ۷۷

❍ ہند بنت عتبہ ---------------------------------- ۷۷

❍ عکرمہ بن ابی جہل ------------------------------ ۷۸

❍ کلید کعبہ اور نبوی اخلاق -------------------------- ۷۸

❍ نبوی اخلاق ----------------------------------- ۸۰

❏ **باب ششم**: سلف کا کردار --------------------- ۱۲۸-۸۳

❍ (۱) یوسفی کردار -------------------------------- ۸۳

❍ (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کردار ---------------------- ۸۴

❍ (۳) حضرت ذوالقرنینؒ کی خصوصیات ------------------- ۸۴

❍ (۴) حضرت عمر فاروقؓ کی وسیع الظرفی ------------------ ۸۵

❍ (۵) حضرت عثمانؓ کا طرز عمل ------------------------ ۸۵

❍ (۶) حضرت عائشہؓ کا مقام عفو ------------------------ ۸۷

❍ (۷) حضرت ابوذرؓ کا عمل ---------------------------- ۸۷

❍ (۸) حضرت طلحہؓ کے اوصاف -------------------------- ۸۸

❍ (۹) حضرت معاویہ بن سویدؓ کا واقعہ ---------------------- ۸۸

❍ (۱۰) حضرت ابوسفیانؓ اور قریش ------------------------ ۸۸

❍ (۱۱) آپ ﷺ اور حاتم طائی کی بیٹی ---------------------- ۸۹

❍ (۱۲) حضرت معاویہؓ کا کردار ------------------------- ۸۹

❍ (۱۳) اہل بیت کا کردار ---------------------------- ۹۰

❍ (۱۴) حضرت زین العابدینؒ: اعلیٰ کردار اور مقام -------------- ۹۲

(۱۵) امام شعبیؒ کی دعا ---------- ۹۵
(۱۶) حضرت فضیلؒ کا ظرف ---------- ۹۵
(۱۷) حضرت رجاءؒ اور عبدالملک بن مروان ---------- ۹۶
(۱۸) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ ---------- ۹۶
(۱۹) حضرت عون بن عبداللہؒ ---------- ۹۶
(۲۰) حضرت عامر بن عبداللہ عنبریؒ ---------- ۹۷
(۲۱) حضرت مصعب بن زبیرؒ اور مجرم ---------- ۹۷
(۲۲) حضرت عامر بن عبداللہؒ ---------- ۹۸
(۲۳) امام مالکؒ کا کردار ---------- ۹۸
(۲۴) امام احمد بن حنبلؒ کی عالی ظرفی ---------- ۹۹
(۲۵) امام بخاریؒ کا کردار ---------- ۹۹
(۲۶) حضرت بایزید بسطامیؒ ---------- ۱۰۰
(۲۷) سلیمان بن عبدالملک کے واقعات ---------- ۱۰۱
(۲۸) خلیفہ منصور کے دربار کے واقعات ---------- ۱۰۲
(۲۹) خلیفہ مامون الرشید کے واقعات ---------- ۱۰۴
(۳۰) معن بن زائدہ اور قیدی ---------- ۱۰۵
(۳۱) زیاد کا طرز عمل ---------- ۱۰۶
(۳۲) امیر عبداللہ کا کردار ---------- ۱۰۶
(۳۳) امیر بصرہ اور عفو ودرگذر ---------- ۱۰۷
(۳۴) علامہ ابن تیمیہؒ کا کردار ---------- ۱۰۸
(۳۵) حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ---------- ۱۰۹
(۳۶) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا کردار ---------- ۱۰۹
(۳۷) حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا ظرف ---------- ۱۱۲

- (۳۸) شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ ---------- ۱۱۳
- (۳۹) حضرت سید احمد شہیدؒ ---------- ۱۱۴
- (۴۰) حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ---------- ۱۱۵
- (۴۱) حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ ---------- ۱۱۶
- (۴۲) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ ---------- ۱۱۷
- (۴۳) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ---------- ۱۱۷
- (۴۴) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی امتیازی خصوصیت ---------- ۱۲۳
- (۴۵) علامہ سید سلیمان ندویؒ ---------- ۱۲۳
- (۴۶) محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ ---------- ۱۲۴
- (۴۷) حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ ---------- ۱۲۵
- (۴۸) ایک دانا کا خط ---------- ۱۲۷
- (۴۹) ایک حکایت ---------- ۱۲۷

باب ہفتم: معذرت خواہی اور معافی طلبی کو قبول کرنا ---------- ۱۳۶-۱۲۹

- نبوی ہدایات ---------- ۱۲۹
- حضرت علیؓ کے ارشادات ---------- ۱۳۱
- فکر انگیز قول ---------- ۱۳۲
- قیمتی ملفوظ ---------- ۱۳۲
- امام ابو حاتمؒ کی ہدایت ---------- ۱۳۲
- ہبار بن الاسود کی معافی طلبی اور آپ ﷺ کی وسیع الظرفی ---------- ۱۳۳
- زریں ہدایات ---------- ۱۳۵
- حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی نصیحت ---------- ۱۳۶

باب ہشتم: معافی طلبی اور معذرت خواہی کی اہمیت ---------- ۱۵۶-۱۳۷

- اہمیت، فوائد اور برکات ---------- ۱۳۷

○ قصوروار کی ذمہ داری ---------- ۱۳۷
○ روشن نمونے ---------- ۱۴۰
○ (۱) آپ ﷺ کا کردار ---------- ۱۴۰
○ (۲) حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ---------- ۱۴۲
○ (۳) فاروقی کردار ---------- ۱۴۳
○ (۴) حضرت عمرؓ کا اسوہ ---------- ۱۴۳
○ (۵) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ---------- ۱۴۴
○ (۶) امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ ---------- ۱۴۵
○ (۷) حکیم الامت حضرت تھانویؒ ---------- ۱۴۷
○ (۸) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ ---------- ۱۴۸
○ (۹) حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ ---------- ۱۴۹
○ (۱۰) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ---------- ۱۵۱
○ (۱۱) حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ---------- ۱۵۲
○ (۱۲) حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ ---------- ۱۵۲
○ (۱۳) حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم ---------- ۱۵۴
□ **باب نہم**: چند قابل توجہ پہلو ---------- ۱۵۷-۱۵۹
○ (الف) عفو ودرگذر کی راہ کی رکاوٹیں ---------- ۱۵۷
○ (ب) لمحۂ فکریہ ---------- ۱۵۷
○ (ج) عفو ودرگذر کے نمایاں اثرات وبرکات ---------- ۱۵۸
□ **باب دھم**: معاف کرنے کی عادت ڈالئے ---------- ۱۶۰-۱۶۵
□ مراجع ومصادر ---------- ۱۶۶-۱۷۰
□ مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں ---------- ۱۷۱-۱۷۴

پیشِ گفتار

الحمد للّٰه رب العالمین، والعاقبة للمتقین، والصلاة والسلام علی سید المرسلین، وعلی آله وصحبه أجمعین.

''عفو ودرگذر'' شریعت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے، قرآن وسنت اور سلف کے اقوال میں اس کی ہدایات بار بار ملتی ہیں، سیرت نبویہ اور سلف کے کردار میں اس حوالے سے بے حد روشن نمونے اور انتہائی بیش قیمت اور زریں اسباق موجود ہیں۔

راقم نے اس موضوع پر ایک مختصر مضمون مرتب کرنے کی نیت سے قلم اٹھایا تو موضوع کی وسعت اور اہمیت نے اپنا اسیر بنالیا، بالآخر تقریباً پونے دوسو صفحات پر مشتمل یہ کاوش بحمد اللہ مرتب ہوکر اب زیور طباعت سے آراستہ ہونے جارہی ہے۔

راقم اس سے پہلے عبادت، صبر اور عفت وعصمت تینوں موضوعات پر (۱) اسلام میں عبادت کا مقام (۲) اسلام میں صبر کا مقام (۳) اسلام میں عفت وعصمت کا مقام کے نام سے سلسلہ وار اپنی کاوشیں پیش کرچکا ہے، ایک چوتھی کاوش نماز کے موضوع پر'' اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز'' کے نام سے منظر عام پر آئی تھی، جسے بعض ناشرین نے'' اسلام میں نماز کا مقام'' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔

زیر نظر کتاب'' اسلام میں عفو ودرگذر کا مقام'' اس سلسلے کی چوتھی یا پانچویں کڑی ہے، یہ کتاب پیش کرتے ہوئے احقر اپنے معاونین بطور خاص برادر عزیز جناب مولانا محمد شعیب قاسمی رفیق مرکز الکوثر التعلیمی والخیری جامعہ امدادیہ مرادآباد اور جناب مولانا مفتی محمد ساجد

صاحب قاسمی استاذ جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد کا شکرگزار ہے اول الذکر نے کتاب کی کمپوزنگ اور حسن ترتیب میں اپنی مخلصانہ خدمات پیش کیں اور آخرالذکر نے حوالہ جات کی فراہمی میں بیش قیمت معاونت کی، **فجزاهم الله خيرا الجزاء.**

اللہ رب العزت اس کاوش کے فیوض عام وتام فرمائے اور راقم وقارئین کو دولت اخلاص وعمل سے مالامال فرمائے۔ آمین

محمد اسجد قاسمی ندوی
خادم الحدیث النبوی الشریف جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
۲۳ / جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ مطابق ۶ / فروری ۲۰۲۱ء

ابتدائیہ:

اسلام میں عفوودرگذر کا مقام

اسلام کے اخلاقی اور معاشرتی اصول اور مکارم اخلاق کی بنیادوں میں ”عفوودرگذر، حلم واعراض، اپنے مخالفین کے ساتھ حسن سلوک اور جذبۂ انتقام سے اپنے اندرون کو پاک رکھنا“ بہت نمایاں اور امتیازی عمل ہے، قرآن وسنت، احادیث وآثار، سیرت نبویہ اور سلف کے کردار کا مطالعہ اور تجزیہ کیا جائے تو اس اخلاقی اصول کی اہمیت، برکات اور حیران کن اثرات ونتائج واضح ہوتے ہیں۔

کسی بھی بیماری کے آغاز ہی میں اور اس کی ابتدائی علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی فوری طور پر علاج شروع کردیا جائے اور دوا استعمال کرلی جائے تو مرض بہت جلد اور بآسانی کنٹرول میں آجاتا ہے، جبکہ اگر دوا اور علاج میں تاخیر کی جائے تو مرض بگڑ جاتا ہے اور پھر لمبی مدت تک انسان کو پریشان کرتا رہتا ہے۔

انسان کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی کے مسائل اور معاملات کا حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے، باہمی نزاعات، عداوتوں اور بدسلوکی وایذارسانی کے معاملات میں تاخیر اور صورت حال کو بگاڑ دینے کے بجائے اگر پہلے ہی مرحلے پر تصفیہ اور تلافی کی فکر کرلی جائے تو معاملہ حل ہوجاتا ہے، شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو کسی سے کوئی اختلاف ہوجائے، کسی سے شکایت پیدا ہوجائے یا کوئی اس کے ساتھ بدسلوکی کرے تو ایسے موقع پر نفس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے ردعمل کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے، ردعمل کا طریقہ نفرت اور ضد کو بڑھاوا دیتا ہے جس سے مسئلہ حل ہونے کے بجائے اور پیچیدہ ہوتا چلا جاتا ہے، اس کے بجائے اگر یک طرفہ طور پر

محبت، نرمی اور عفو ودرگذر کا رویہ اختیار کیا جائے تو معاملہ بالکل ختم ہو جاتا ہے اور اس کی برکت سے دوری کا سبب بننے والا اختلاف قربت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

مکارم اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ آپ برائی کا جواب اچھائی سے دیجئے (حم السجدہ:۳۴) انتقام کے بجائے صبر اور درگذر سے کام لیجئے (الشوریٰ:۴۳) کڑوے بول کا جواب میٹھے بول سے دیجئے، بدمعاملگی کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیئے، جو آپ کو بدنام کرے اس کا ذکر خیر کیجئے، جو آپ کو مسئلہ سمجھے آپ اس کے حق میں ''بے مسئلہ انسان'' بن جایئے، بد خواہی کا صلہ خیر خواہی سے دیجئے، جو آپ پر مشتعل ہو آپ اس کے لئے برف کی طرح یخ بن جایئے، اسی تدبیر سے سماج میں نفرتوں کا خاتمہ اور محبتوں کا دور دورہ ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اقوال حکمت میں مذکور ہے:

اِدْفَعْ بِحِلْمِکَ جَھْلَ مَنْ یَجْھَلُ عَلَیْکَ.

تم اپنے تحمل وحلم کے ذریعے اس شخص کا مقابلہ کرو، جو تمہارے ساتھ جاہلانہ معاملہ کرے۔

نادانی کرنے والوں کا جواب دینا نتیجہ کے اعتبار سے خود نادانی کرنا ہوتا ہے، اس لئے حکمت اور عالی ظرفی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ نادانی کے جواب میں اشتعال کے بجائے حلم اور عفو واعراض کی روش اختیار کی جائے، جوابی کارروائی کے مقابلے میں نظر انداز کر کے خاموش ہو جانا ہزار گنا زیادہ مفید ہوتا ہے، اشتعال کے موقعوں پر جوابی اشتعال کے بجائے تحمل اور عفو کے ساتھ صورت حال کا مقابلہ کرنا ہی اصل عقل مندی ہے۔

متعدد تجربہ کار اصحاب عزیمت کی سیرت میں یہ بات ملتی ہے کہ ان کو جب بھی کسی معاملہ میں کسی سے کوئی شکایت پیدا ہوتی تھی یا کسی کی طرف سے ان کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ ہوتا تھا تو وہ بجائے ردعمل اور جوابی کارروائی کے اپنا احتساب کرتے تھے اور اپنی خطا دریافت کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ شکایات اور منفی نفسیات خود بخود ختم ہو جاتی تھیں۔

واقعہ یہ ہے کہ دنیا ناخوشگوار حالات اور باتوں سے لبریز ہے، ہر کام کے انسان کو مختلف ناپسندیدہ امور کے درمیان جینا پڑتا ہے، ناموافق ماحول میں اور ناخوشگوار تجربات کے درمیان خوشگوار زندگی گزارنے کا فارمولہ صرف یہ ہے کہ ناخوشگواری کو خوشگواری میں تبدیل کرلیا جائے، اوراس کی سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ انسان خود اپنے اندر شکایت کا سبب دریافت کرے، اس تدبیر کی معنویت اوراہمیت یہ ہے کہ انسان کو دوسروں پر تو اختیار نہیں ہوتا، مگر اسے اپنے اوپر مکمل اختیار ہوتا ہے، شکایت اور ناگواری کے خاتمے کے لئے دوسروں سے آغاز دراصل ناممکن سے آغاز کے مرادف ہے جب کہ اپنے آپ سے آغاز ممکن سے آغاز ہے، عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ناممکن کے بجائے ممکن سے آغاز کی کوشش کی جائے۔

مطمئن اور کامیاب زندگی کے بنیادی طور پر دو اصول ہیں:

(۱) انسان دنیا میں دوسروں کے لئے ''بے مسئلہ انسان'' بن کر رہے۔

(۲) انسان کے لئے دوسرا کوئی شخص مسئلہ پیدا کرے تو اسے مکمل طور پر نظر انداز کردے۔

دنیا میں خوشگوار اور پرسکون زندگی کا راز یہ ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی خاص رحمتوں کے حصول کی تدبیر یہ ہے کہ انسان دوسروں کی غلطیوں کو معاف اور نظر انداز کرنے کی عادت ڈالے، غصہ پینے اور صبر وضبط کا خوگر بنے، ردعمل کی منفی نفسیات کے بجائے حلم وتحمل اور وسعت ظرف پیدا کرے اور ہمیشہ اس کی نظر اپنی ذات اور اپنی اصلاح کی طرف ہی رہے۔

قرآن وسنت اور سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کی بدسلوکیوں اور ایذا رسانیوں کے ردعمل میں مؤمن کامل کے مطلوبہ کردار کو مرحلہ وار پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) **نظام تقدیر**: دوسروں کی بدسلوکیوں اور ایذا رسانیوں کے جواب میں پہلا مرحلہ نظام تقدیر کا ہے، یعنی آدمی کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے موسم کی تبدیلی اللہ کے طے شدہ نظام

کے مطابق ہوتی ہے، اور وہ ہمارے حالات کے لحاظ سے ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا مضر، ہم کواس پر راضی ہی رہنا ہوتا ہے، ایسے ہی دوسروں کی بدسلوکی اور ایذارسانی بھی اللہ کے طے کردہ نظام کے مطابق ہی ہے اور ہمیں اسے گوارا ہی کرنا چاہیئے۔

(۲) **صبر**: دوسرا مرحلہ صبر کا ہے، دوسروں کی جفا کاریوں کو انگیز کرنا چاہیئے اور یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اس صبر وضبط کے انعامات اور برکات دنیا میں بھی ظاہر ہوں گے اور آخرت میں بھی۔

(۳) **حلم وعفو**: تیسرا مرحلہ حلم وبردباری اور عفوودرگذر کا ہے، معاف کردینے سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے سچے دل سے اپنے مقابل ومخالف کو معاف کردینا چاہیئے۔

(۴) **رضا**: چوتھا مرحلہ رضا کا ہے، یعنی مخالفانہ حالات اور حرکتوں سے بددل ہونے کے بجائے اس شر میں سے خیر کی برآمدگی کا یقین رکھتے ہوئے دل سے راضی اور مطمئن رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۵) **احسان**: پانچواں مرحلہ احسان کا ہے، بدسلوکی کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی بداخلاقی کے جواب میں خوش اخلاقی مکارم اخلاق میں سے ہے۔

باب اول:

قرآنی ہدایات وتعلیمات

قرآن مجید کی متعدد آیات میں عفو ودرگذر، احسان اور حلم و اعراض کے تعلق سے ہدایات موجود ہیں، ذیل میں اس موضوع کی چند آیات ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) خلق عظیم

اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا:

وَإِنَّکَ لَعَلی خُلُقٍ عَظِیمٍ. (القلم: ٤)

بلاشبہ آپ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر ہیں۔

اخلاق کا سب سے پہلا درجہ ''خلق حسن'' ہے، جس کا خلاصہ ''کامل عدل'' ہے، یعنی جس نے جتنا احسان کیا ہے جواب میں اس پر اتنا ہی احسان کیا جائے اور جس نے جتنا ستایا ہے اس سے اسی کے بہ قدر بدلہ لیا جائے، درمیانی درجہ ''خلق کریم'' ہے، جس کا خلاصہ ''ایثار'' ہے، یعنی اپنا حق چھوڑ دینا اور بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دینا، اخلاق کا سب سے اعلیٰ درجہ ''خلق عظیم'' ہے، جو عدل، احسان اور ایثار سب کو جامع ہوتا ہے، اور جس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان برائی کرنے والے کو نہ صرف یہ کہ معاف کر دے بلکہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے، قرآن کی مذکورہ آیت کی صراحت کے مطابق یہ مقام آپ ﷺ کو عطا ہوا تھا، اور اس ''خلق عظیم'' کے بے شمار نمونوں میں ایک نمایاں نمونہ فتح مکہ کا مذکورہ واقعہ ہے جس میں آپ نے اپنے جانی دشمنوں کو معافی اور امان دینے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں دکھائی۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں:

اللہ نے جو رحمت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے اسی وجہ سے آپ کا قلب نرم ہے، موم ہے، ذرا سی تکلیف پر آپ بے چین ہو جاتے ہیں، وہ رحمت کا اثر ہے، تو حضور ﷺ کے کاموں کی خلق حسن سے ابتدا نہیں کرائی گئی بلکہ خلق کریم سے کرائی گئی کہ معاف کر دیں اور انتقام لینے کی فکر نہ کریں، فرمایا گیا: اگر آپ سخت دل ہوتے تو یہ جو دنیا پروانوں کی طرح آپ کے ارد گرد جمع ہو رہی ہے، سب اٹھ کر بھاگ جاتی، مگر آپ کے قلب کو ہم نے نرمی بخشی، چنانچہ فرمایا گیا، معافی کو اختیار کریں، کوئی برائی کرے تو آپ معاف کر دیں، انتقام نہ لیا کریں، چنانچہ عمر بھر آپ نے کسی سے کبھی انتقام نہیں لیا، گالیاں آپ کو دی گئیں، ساحر آپ کو کہا گیا، کذّاب آپ کو کہا گیا، مجنون آپ کو کہا گیا، کانٹے آپ کے راستے میں بچھائے گئے، پتھر آپ کو مارے گئے، اونٹ کی اوجھڑی آپ کے سرِ مبارک پر ڈالی گئی، لیکن کبھی انتقام نہ لیا اور معاف فرما دیا، تو آپ کی ابتداء (اس) خلق کریم سے ہے، پھر آگے فرمایا: یہ بھی آپ کی شان کے بہت نیچے کا درجہ ہے کہ آپ (صرف) معاف کر دیا کریں، اس سے بھی آگے بڑھیے: وہ یہ کہ جو آپ کے ساتھ برائیاں کر رہے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت بھی کریں، آپ کی شان بہت بلند ہے، آپ گالیاں دینے والوں کو معاف بھی کر دیا کریں اور ان کے حق میں دعا بھی کریں، تا کہ انہیں معلوم ہو کہ ہمیں اپنا سمجھتے ہیں، یہ ہی ''خلق عظیم'' ہے، یہ انتہائی مرتبہ ہے اخلاق کا جو آپ ﷺ کو عطا کیا گیا، تمام انبیاء کے علوم اور اخلاق آپ ﷺ کے اندر جمع ہیں، اس لئے آپ خاتم (آخری نبی) ہیں۔ (خطبات طیب ملخصاً:۱۱۶)

(۲) حکم ربانی

اللہ نے آپ ﷺ کو مخاطب فرما کر اپنے احسان کا ذکر بھی کیا ہے، آپ کی خصوصیت بھی بتائی ہے اور حکم بھی فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لاَنفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ.(آل عمران: ۱۵۹)

پھر یہ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم خو ہیں، اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، لہٰذا آپ انہیں معاف کردیں اوران کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

(۳) حکیمانہ ہدایت

قرآن میں آپ ﷺ کو دشمنوں اور جاہلانہ باتیں کرنے والوں سے الجھنے کے بجائے عفو واعراض اور شائستگی کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ. (الزخرف: ۸۹)

آپ ان سے درگذر کیجئے، ان کی پروا نہ کیجئے اور کہہ دیجئے: سلام۔ (یعنی خوب صورتی کے ساتھ قطع تعلق کرلیجئے)

(۴) دوسروں کی بدسلوکی کا ردعمل اور قرآنی ہدایات

قرآن مجید میں اہل ایمان سے فرمایا گیا:

إِن تُبْدُواْ خَيْراً أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُواْ عَن سُوءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوّاً قَدِيراً.(النساء:۱۴۹)

تم بھلائی کھلم کھلا کرو یا چھپا کر، یا برائی سے درگذر کرو، اللہ تم کو معاف کردیں گے کیونکہ اللہ بہت معاف کرنے والے اور بہت قدرت والے ہیں۔

اس آیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی طرف اشارہ آگیا ہے، اللہ نے خیر کے جن امور کا حکم دیا ہے ان کو خفیہ یا علانیہ بجالانے اور بدسلوکی کرنے والے بندوں کو معاف کرنے، دونوں کا ذکر گیا ہے، امام رازیؒ کے بقول بندوں کے ساتھ حسن سلوک کی دو ہی

صورتیں ہوتی ہیں: (۱) انہیں نفع پہونچانا، (۲) ان سے ضرر اور نقصان کو روک لینا اور دفع کردینا، اس آیت میں ''بھلائی کھلم کھلا یا چھپا کرکرو'' کے الفاظ سے پہلی صورت کو اور ''درگذر کرو'' کے الفاظ سے دوسری صورت کو بیان کیا گیا ہے، اس طرح اس میں خیر اور نیکی کے تمام اعمال واقسام کا احاطہ ہوگیا ہے۔ (التفسیر الکبیر:۴/۲۵۴)

غور کیجئے! اگر کوئی آدمی آپ پر زیادتی کرے، آپ کو مالی یا بدنی نقصان پہونچا دے، آپ کے اہل خانہ پر ظلم ڈھائے، آپ کی حق تلفی کرے تو یقیناً آپ کا دل اس ظالم سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہوجائے گا، اور اگر آپ مساوی انتقام لیں تو یہ آپ کا شرعی حق ہے اور کسی شبہے کے بغیر جائز ہے، قرآن نے یہ حق آپ کو دیا ہے:

فَمَنِ اعۡتَدَى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوا۟ عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدَى عَلَيۡكُمۡ.

(البقرة:١٩٤)

چنانچہ اگر کوئی شخص تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو۔

وَإِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوا۟ بِمِثۡلِ مَا عُوقِبۡتُم بِهِ. (النحل:١٢٦)

اور اگر تم لوگ (کسی کے ظلم کا) بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی تھی۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثۡلُهَا. (الشورىٰ:٤٠)

اور کسی برائی کا بدلہ اُسی جیسی برائی ہے۔

وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهِ فَأُو۟لَئِكَ مَا عَلَيۡهِم مِّن سَبِيلٍ.

(الشورىٰ:٤١)

اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (برابر کا) بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے۔

ان آیات سے ظلم کا انتقام بقدر ظلم اور بہ شرط مساوات لئے جانے کی اجازت اور جواز کا ثبوت ملتا ہے، مظلوم ایسا کرے تو اس کو ہرگز ملامت نہیں کی جا سکتی۔

آپ مظلوم ہوں اور آپ ظالم کو معاف کرنا چاہیں (جو بلاشبہ افضل، عزیمت اور خلق کریم کا نمونہ عمل ہے) تو آپ کا نفس امارہ آپ کو ضرور سجھائے گا کہ یہ تو ذلت کی بات ہوگی، یہ اپنی کمزوری کا اقرار ہوگا، یہ ظالم کو ڈھیٹ بنانے کے مرادف ہوگا، یہ نامناسب عمل ہے، ایسے موقع پر قرآن وحدیث کی تعلیمات نگاہوں کے سامنے رہیں اور دل کے سچے یقین کے ساتھ آپ ارشاد نبوی ''معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہی ہے'' میں غور وخوض کریں تو آپ کے سامنے ''ذلت اور کمزوری کی باتیں سجھانے والے نفس'' کا فریب واضح ہوجائے گا، اور ''معاف کردینے'' کی صورت میں ملنے والے اعلیٰ خیر اور قرب الٰہی سے محروم کرنے کے لئے کوشاں ''شیطان ملعون'' کی مکارانہ چال بے نقاب ہوجائے گی، اور آپ میں دشمن کو معاف کردینے کا حوصلہ اور ظرف یک لخت پیدا ہوجائے گا، پھر آپ کھلے دل سے دشمن کو پروانۂ عفو تھمادیں گے اور آپ دیکھ لیں گے کہ آپ کا دل پرسکون ہے، آپ کا ضمیر مطمئن ہے، آپ کے اندرون میں قرار وراحت کی روشنی جلوہ فگن ہے، اور آپ ذلیل نہیں ہوئے ہیں، آپ کی عزت وتوقیر کا گراف بڑھ گیا ہے، لوگوں کی نگاہوں میں آپ کی قدر سوا ہوگئی ہے، اور اب آپ کا دشمن آپ کے حسن سلوک کا مفتوح بن کر نادم وپشیمان اور تعلق بحال کرنے کے لئے سرگرداں ہے، اور فرمان نبوی کی صداقت زندہ ومجسم آپ کے سامنے ہے۔

ظلم اور بدسلوکی کے ردعمل میں تین صورتیں ممکن ہیں، قرآن ان کی طرف اشارہ کرتا ہے:

(الف) مساوی انتقام: اس کی اجازت ہے، فرمایا گیا:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوریٰ: ۴۰)

اور کسی برائی کا بدلہ اُسی جیسی برائی ہے۔

(ب) عفوو احسان: یہ مطلوب اور پسندیدہ صورت ہے، بے انتہا اجر وثواب کا ضامن عمل اور کارِ عزیمت ہے:

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ . (الشوریٰ: ٤٠)

پھر بھی جو کوئی معاف کر دے، اور اِصلاح سے کام لے تو اُس کا ثواب اللہ نے ذمے لیا ہے۔

اور:

وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ. (الشوریٰ: ٤٣)

اور یہ حقیقت ہے کہ جو کوئی صبر سے کام لے، اور درگذر کر جائے تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔

(ج) انتقام میں مساوات کے بجائے زیادتی اور حد سے تجاوز: یہ بجائے خود حرام اور ممنوع ہے:

إِنَّهُ لا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ. (الشوریٰ: ٤٠)

بلاشبہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتے۔

اور:

أُولَٰئِكَ لَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ. (الشوری: ٤٢)

ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۵) حاسدین سے اعراض

قرآن مجید میں اہل ایمان کو تاکید کی گئی ہے کہ اپنے معاندین وحاسدین بطور خاص اہل کتاب سے الجھنے کے بجائے اعراض اور درگذر سے کام لیں، چناں چہ فرمایا گیا:

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَاتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ. (البقرة: ١٠٩)

چناں چہ تم معاف کرو اور درگذر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ خود اپنا فیصلہ بھیج دے۔

(۶) ہابیل کا جواب

قرآن میں ہابیل وقابیل کے واقعے میں ذکر ہوا ہے کہ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنا چاہا تو ہابیل نے جوابی کارروائی اور انتقام لینے سے انکار کردیا اور کہا:

لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَاْ بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ. (المائدہ:۲۸)

اگر تم نے مجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا تب بھی میں تمہیں قتل کرنے کو اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

(۷) خوبصورت حکم

دشمنوں کی ایذارسانیوں کے جواب میں انتقامی کارروائی کے بجائے عفو واعراض کا حکم دیتے ہوئے اللہ نے آپ ﷺ کو مخاطب کیا ہے:

وَإِنَّ السَّاعَةَ لآتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ. (الحجر:۸۵)

بلاشبہ قیامت کی گھڑی آکر رہے گی، لہٰذا (ان کافروں کے طرز عمل پر) خوبصورتی کے ساتھ درگذر سے کام لیجئے۔

"**اَلصَّفْحُ الْجَمِيلُ**" (خوبصورتی کے ساتھ درگذر) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے فرمایا:

هُوَ الرِّضَا بِلاَ عِتَابٍ. (العفو والتسامح: ماجد ایوب:۵۳)

اس سے مراد بغیر سرزنش کے راضی ہو جانا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے:

اَلإِعْرَاضُ الْجَمِيْلُ بِدُوْنِ حِقْدٍ وَتَوْبِيْخٍ. (ایضاً)

اس کا مطلب کینہ، بغض اور ڈانٹ ڈپٹ کے بغیر خوبصورتی کے ساتھ اعراض ہے۔

امام ابن القیمؒ علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

اَلصَّبْرُ الْجَمِيْلُ الَّذِیْ لا شَكْوٰی مَعَهُ، وَالْهَجْرُ الْجَمِيْلُ الَّذِیْ لا أَذٰی مَعَهُ، وَالصَّفْحُ الْجَمِيْلُ الَّذِیْ لا عِتَابَ مَعَهُ. (ایضاً)

صبر جمیل سے مراد وہ صبر ہے جس کے ساتھ کوئی شکوہ نہ ہو، اور بہتر کنارہ کشی سے مراد وہ علیحدگی ہے جس کے ساتھ کوئی اذیت نہ ہو، اور خوبصورت درگذر سے مراد وہ معافی ہے جس کے ساتھ کوئی سرزنش نہ ہو۔

(۸) بنیادی تعلیم

اپنے مخالف و معاند اور بدسلوکی کرنے والے کے ساتھ عفو و درگذر اور احسان و حلم کا معاملہ کرنا قرآنی تعلیم کی اساسیات میں سے ہے، قرآن میں ارشاد ہے:

وَلا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِى الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (النور:۲۲)

اور تم میں سے جو لوگ اہل خیر ہیں اور مالی وسعت رکھتے ہیں، وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، اور انہیں چاہئے کہ معافی اور درگذر سے کام لیں، کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

منافقوں کی طرف سے ایک سازش کے تحت حضرت عائشہؓ پر جو تہمت لگائی گئی تھی، اس میں چند بھولے بھالے مسلمان بھی شریک ہوگئے تھے، ان شرکاء میں ایک حضرت مسطح بن اثاثہؓ بھی تھے:

> یہ حضرت ابوبکرؓ کی ماموں زاد بہن کے لڑکے تھے اور معاشی اعتبار سے بڑے تنگدست تھے، حضرت ابوبکرؓ ان کے فقر اور محتاجی کی وجہ سے ان کی خصوصی مدد کیا کرتے تھے، جب حضرت عائشہؓ کے واقعہ میں وہ شریک ہوگئے تو فطری طور پر حضرت ابوبکرؓ کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے قسم کھالی کہ وہ آئندہ مسطح کی مدد نہیں کریں گے، اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ نے جن کو گنجائش عطا کی ہے، ان کو ایسی قسم نہیں کھانی چاہئے اور پھر کیا ہی خوبصورت انداز پر فرمایا گیا کہ تم انہیں معاف کردو، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اللہ تم کو معاف کردیں، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف فرمادیں، نیز حضرت مسطحؓ کی دوبارہ مدد کرنے لگے اور فرمایا کہ میں کبھی اس مدد کو نہیں روکوں گا۔ (آسان تفسیر قرآن: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی: ۲/۱۶۴)

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا سامنا اس شخص سے ہے جو اُن کا عزیز ہے، زیر احسان ہے، اور وہ دشمنوں کے ساتھ "بھولے پن ہی میں سہی" شریک ہوکر اپنے محسن کی بیٹی اور اپنے محبوب رہبر کی حرم محترم پر الزام تراشی میں حصہ لے رہا ہے، مگر اس حال میں بھی قرآن "عفوودرگذر اور احسان وحلم" کی تلقین انتہائی مؤثر اسلوب میں کررہا ہے، اور حضرت صدیق اکبرؓ نے بے چون وچرا اس کے آگے سر اطاعت خم کردیئے اور اپنے جذبات جھٹک دیئے ہیں۔

(۹) اہل تقویٰ کے اوصاف

قرآن نے اہل تقویٰ کو جنت کا اولین حقدار بناتے ہوئے ان کے اوصاف کے ذکر میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (آل عمران: ١٣٤)

اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں، اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

(۱۰) اہل ایمان کو خصوصی تلقین

اہل ایمان کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ.

(التغابن: ١٤)

اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں، اس لئے ان سے ہوشیار رہو، اور اگر تم معاف کر دو، اور درگذر کرو، اور بخش دو تو اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں استاذنا حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ نے خوب لکھا ہے کہ یہاں:

اعمال میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں (عملی منافقوں) کا تذکرہ ہے، ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کے بہت سے اسباب ہیں، مثلاً: (۱) دین سے ناواقفیت (جہالت)، (۲) برے ماحول کے اثرات، (۳) اچھی تربیت کا فقدان، (۴) غیر ضروری علوم (ایجوکیشن) وغیرہ، اور ایک خاص سبب جس کا یہاں تذکرہ ہے: وہ یہ ہے کہ بدچلن بیوی اور بد اطوار شوہر کے جذبات کی ناجائز پاسداری، اور اولاد کی حد سے بڑھی ہوئی ناز برداری دینی اعمال میں کوتاہی کا سبب بنتی ہے، مثلاً: فیشن پسند بیوی اصرار کرتی ہے کہ گھر میں ٹی وی لاؤ، اور شوہر اس کی خاطر سانپوں کی یہ پٹاری گھر میں لے آتا ہے، اور

گھر تباہ ہوجاتا ہے، یا جذبات سے مغلوب شوہر اصرار کرتا ہے، اور بیوی جس زمانہ میں نماز نہیں پڑھتی، شب باشی میں اس کی موافقت کرتی ہے، اور دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اسی طرح اولاد کے لئے آدمی حلال وحرام کا خیال کئے بغیر مال حاصل کرتا ہے، اور جس گھر میں حرام یا مشتبہ مال آجاتا ہے، وہ گھر دینی اعتبار سے برباد ہوجاتا ہے، ایسی ہی بیوی/شوہر اور اولاد آدمی کے دشمن ہیں، ان سے محتاط رہنے کا حکم ہے، تاکہ وہ دین کی بربادی کا سبب نہ بنیں۔

کجی (ٹیڑھاپن) پہلے نرمی سے دور کرنی چاہیئے، بداطوار بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی اصلاح کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے: (۱) ان کو معاف کیا جائے یعنی ان کی غلطی نظر انداز کی جائے، (۲) ان سے درگذر کیا جائے یعنی ایکشن نہ لیا جائے، تادیب نہ کی جائے، مارا نہ جائے، (۳) اور بخش دیا جائے یعنی ان سے راضی ہوجائے، اللہ تعالیٰ بھی جب بندے کا گناہ بخش دیتے ہیں تو اس سے راضی ہوجاتے ہیں، پس یہ ترقی **من الادنی الی الاعلیٰ** ہے، جب انسان اپنی بری زندگی کا ورق پلٹ دیتا ہے، اور اچھی زندگی اختیار کرلیتا ہے تو وہ اس کی فعلی توبہ ہوجاتی ہے، اور گناہ سے توبہ کرنے والا مانند گناہ نہ کرنے والے کے ہوجاتا ہے۔ (تفسیر ہدایت القرآن: ۸/ ۳۰۱-۳۰۲)

آیت کے آخری حصے سے یہ اصول سمجھا جاسکتا ہے کہ دوسروں کو معاف کرنے، درگذر سے کام لینے اور اچھا معاملہ کرنے والوں کے ساتھ **"اَلْجَزَاءُ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ"** (جیسا عمل ویسا بدلہ) کے مطابق اللہ عفو، درگذر اور احسان کا خاص معاملہ فرماتا ہے۔

(۱۱) مؤمن کامل کا مثالی وصف

سچے اہل ایمان کے اوصاف کے ذیل میں قرآن نے یہ بھی فرمایا:

وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ. (الشوریٰ: ۳۷)

جب انہیں غصہ آجاتا ہے تو درگذر سے کام لیتے ہیں۔

امام ابن کثیرؒ کے بقول ان کی فطرت، عادت اور جبلت کا مطالبہ اور تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے عفو ودرگذر کا معاملہ کریں، غصہ کو بے قابو نہ ہونے دیں اور انتقام و بدلے کی نفسیات سے پاک رہیں۔ (تفسیر ابن کثیر:۴/۴۰۵)

(۱۲) زریں نصیحت

آپ ﷺ کو براہِ راست اور بالواسطہ پوری امت کو قرآنی حکم ہے:

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ إِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ. (المائدہ:۱۳)

آپ ان (خیانت کرنے والوں، ظالموں اور مجرموں) کو معاف کردیجئے اور درگذر سے کام لیجئے، بلاشبہ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(۱۳) جامع ہدایت نامہ

اللہ نے آپ ﷺ اور پوری امت مسلمہ کو یہ جامع ہدایت نامہ عطا فرمایا ہے:

خُذِ الۡعَفۡوَ وَأۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَأَعۡرِضۡ عَنِ الۡجَاهِلِیۡنَ. (الاعراف: ۱۹۹)

درگذر کا رویہ اپنایئے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں کی طرف دھیان نہ دیجئے۔

سورۃ الاعراف کی مذکورہ آیت (جو عفو ودرگذر، نیکی کے حکم اور جاہلوں سے پہلو تہی کی تلقین پر مشتمل ہے) مفسر قرآن مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے الفاظ میں:

قرآنی اخلاق فاضلہ کا ایک جامع ہدایت نامہ ہے جس کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ کی تربیت کر کے آپ کو تمام اولین و آخرین میں صاحب خلق عظیم کا خطاب دیا گیا ہے، امام تفسیر ابن جریر طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے جبریل امین سے آیت کا مطلب پوچھا، جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتلایا کہ اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اسے معاف کردیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں

اور جو آپ سے تعلق قطع کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

اس جگہ ابن مردویہ نے بروایت سعد بن عبادہؓ نقل کیا ہے کہ غزوۂ احد میں جب آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا گیا اور بڑی بے دردی سے ان کے اعضاء کاٹ کر لاش کی بے حرمتی کی گئی تو آنحضرت ﷺ نے لاش کو اس ہیئت میں دیکھ کر فرمایا کہ جن لوگوں نے حمزہؓ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے میں ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کر کے چھوڑوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کا یہ مقام نہیں، آپ کے شایان شان یہ ہے کہ عفو ودرگذر سے کام لیں۔

اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام محمدؒ نے عقبہؓ بن عامر کی روایت سے نقل کی ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے جو مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی، وہ وہی تھی کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو، جو تم سے قطع تعلق کردے تم اس سے ملا کرو، جو تمہیں محروم کردے تم اس کو بخشش دیا کرو۔

اور بیہقی نے بروایت علی مرتضیٰؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو اولین وآخرین کے اخلاق سے بہتر اخلاق کی تعلیم دیتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جو شخص تم کو محروم کرے تم اس پر بخشش کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کردو، جو تم سے تعلق قطع کرے تم اس سے بھی ملا کرو۔

چنانچہ رسول کریم ﷺ کے اعمال واخلاق ہمیشہ اسی سانچے میں ڈھلے رہے، جس کا پورا مظاہرہ اس وقت ہوا، جب مکہ فتح ہو کر آپ کے جانی دشمن آپ کے قبضہ میں آئے تو آپ نے سب کو آزاد کر کے فرمایا کہ تمہارے مظالم کا بدلہ لینا تو کیا ہم تمہیں پچھلے معاملات پر ملامت بھی نہیں کرتے۔

دوسرا جملہ اس ہدایت نامہ کا ''وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ'' ہے، عرف بمعنی معروف ہر اچھے اور مستحسن کام کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ کے ساتھ برائی اور ظلم سے پیش آئیں آپ ان سے انتقام نہ لیں بلکہ معاف کردیں مگر ساتھ ہی ان کو نیک کام کی

ہدایت بھی کرتے رہیں، گویا بدی کا بدلہ نیکی سے، ظلم کا بدلہ صرف انصاف ہی سے نہیں بلکہ احسان سے دیں۔

تیسرا جملہ ’’ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ‘‘ ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جاہلوں سے آپ کنارہ کش ہوجائیں، مطلب یہ ہے کہ ظلم کا انتقام چھوڑ کر آپ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کے معاملہ کریں اور نرمی کے ساتھ ان کو حق بات بتلائیں مگر بہت سے جاہل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس شریفانہ معاملہ سے متأثر نہیں ہوتے، اس کے باوجود جہالت اور سختی سے پیش آتے ہیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ آپ کا معاملہ یہ ہونا چاہئے کہ ان کے دلخراش اور جاہلانہ کلام سے متاثر ہوکر انہیں جیسی سخت گفتگو نہ کریں بلکہ ان سے کنارہ کش ہوجائیں۔

امام تفسیر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ کنارہ کش ہونے کا بھی مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی کا جواب برائی سے نہ دیں، یہ معنیٰ نہیں کہ ان کو ہدایت کرنا چھوڑ دیں کہ یہ وظیفۂ رسالت ونبوت کے شایان شان نہیں، صحیح بخاری میں اس جگہ ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانہ میں عیینہ بن حصن مدینہ میں آیا اور اپنے بھتیجے حرّ بن قیسؓ کا مہمان ہوا، حضرت حر بن قیس اُن اہل علم حضرات میں سے تھے، جو حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلس مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے، عیینہ نے اپنے بھتیجے حرّ بن قیسؓ سے کہا کہ تم امیر المؤمنین کے مقرب ہو میرے لئے ان سے ملاقات کا کوئی وقت لے لو، حرّ بن قیسؓ نے فاروق اعظمؓ سے درخواست کی کہ میرا چچا عیینہ آپ سے ملنا چاہتا ہے، آپ نے اجازت دے دی۔

مگر عیینہ نے فاروقِ اعظمؓ کی مجلس میں پہنچ کر نہایت غیر مہذب اور غلط گفتگو کی کہ نہ آپ ہمیں ہمارا پورا حق دیتے ہیں، نہ ہمارے ساتھ انصاف کرتے ہیں، فاروقِ اعظمؓ کو اس پر غصہ آیا تو حر بن قیسؓ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۔ اور یہ شخص بھی جاہلین

میں سے ہے، یہ آیت سنتے ہی فاروق اعظم کا سارا غصہ ختم ہوگیا اوراس کو کچھ نہیں کہا، حضرت فاروق اعظمؓ کی یہ عادت معروف ومشہور تھی کہ کَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یعنی کتاب اللہ کے احکام کے آگے گردن ڈالتے تھے، یہ آیت مکارم اخلاق کی جامع آیت ہے۔(معارف القرآن:۴/۱۵۶-۱۵۸)

(۱۴)عفوواعراض

آپ ﷺ کواللہ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ اہل ایمان کوظالموں اوردشمنوں کے ساتھ عفو اوراعراض کی تلقین فرمادیں:

قُل لِّلَّذِیْنَ آمَنُوا یَغْفِرُوا لِلَّذِیْنَ لا یَرْجُون أَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْماً بِما کَانُوا یَکْسِبُونَ. (الجاثیه:١٤)

آپ مسلمانوں سے فرمادیں کہ ان لوگوں سے درگذرکریں جواللہ کے ثواب وعذاب کے مقرر کئے ہوئے دنوں کا یقین نہیں رکھتے، تاکہ اللہ ان لوگوں کوان کے کرتوتوں کی سزادیں۔

(۱۵)حصول تقویٰ کانسخہ

اہل ایمان سے ارشادقرآنی ہے:

وَأَن تَعْفُواْ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَی وَلاَ تَنسَوُاْ الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ. (البقرة:٢٣٧)

تمہارا درگذر سے کام لینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور باہم حسن سلوک نہ بھولو۔

یہ آیت اگرچہ اصلاً ازدواجی معاملات کے ذیل میں آتی ہے مگراس کاحکم وپیغام عام اورمحیط ہے۔

(۱۶) بہترین کردار

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ. (البقرة: ۲٦۳)

بھلی بات کہہ دینا اور درگذر کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد کوئی تکلیف پہنچائی جائے، اور اللہ بڑا بے نیاز، بہت بردبار ہے۔

معلوم ہوا کہ اہل ایمان سے بہتر انداز میں پیش آنا، ان کے لئے غائبانہ دعا کرنا، ان کی ایذارسانیوں کو معاف کردینا اور ان کی غلطیوں کی پردہ پوشی اعلیٰ درجہ کا مطلوب ایمانی کردار ہے۔

(۱۷) نیک بندوں کی خصوصیت

قرآن مجید میں اللہ نے اپنے نیک بندوں (عبادالرحمٰن) کے اوصاف میں ذکر فرمایا ہے:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا. (الفرقان: ٦۳)

جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ خطاب کرتے ہیں (بدکلامی اور بدسلوکی کرتے ہیں) تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں (الجھنے اور ردعمل کے بجائے شریفانہ انداز اختیار کرتے ہیں اور اعراض سے کام لیتے ہیں)۔

مزید فرمایا گیا:

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَاماً . (الفرقان: ۷۲)

اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گذرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

إِذَا أُوذُوا صَفَحُوا. (موسوعة ابن ابی الدنیا: ۵۲۳/۷)

جب انہیں تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو عفو ودرگذر سے کام لیتے ہیں۔

(۱۸) نیک بندوں کے اوصاف

قرآن میں اللہ نے اپنے نیک بندوں کے یہ اوصاف ذکر فرمائے ہیں:

وَيَدْرَؤُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ، وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ. (القصص: ۵۴-۵۵)

وہ نیکی سے برائی کا دفعیہ کرتے ہیں (برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں) اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں، اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اسے ٹال جاتے ہیں۔

(۱۹) فکر انگیز ہدایت

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ، وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ. (حم السجدة: ۳۴- ۳۵)

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو (برائی کا بدلہ کا اچھائی سے دو) نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہوجائے گا جیسے وہ تمہارا جگری دوست ہو، اور یہ بات صرف انہیں کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں، اور یہ بات اسی کو عطا ہوتی ہے جو بڑے نصیبے والا ہو۔

(۲۰) مخالفین سے کنارہ کشی

حضور اکرم ﷺ کو مکی زندگی کے آغاز ہی میں مخالفین ومعاندین کی ایذا رسانیوں اور بدسلوکیوں

کے جواب میں صبر، اعراض اور عفو ودرگذر کی تلقین فرمادی گئی تھی، چناں چہ ارشاد ربانی ہے:

وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْراً جَمِيلاً. (المزمل: ۱۰)

جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر صبر سے کام لیجئے، اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کرلیجئے۔

(۲۱) اللہ کی شان کرم

آثار میں مذکور ہے کہ حاملین عرش ملائکہ مسلسل اللہ کی تسبیح وحمد میں مصروف رہتے ہیں، کسی فرشتے کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے ہیں:

سُبْحَانَكَ عَلىٰ حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ.

اے اللہ: تیری ذات پاک ہے، تو سب کچھ جانتا ہے پھر بھی حلم ودرگذر سے کام لیتا ہے۔

کوئی فرشتہ یہ کہتا ہے:

سُبْحَانَكَ عَلَى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ.

خدایا: تو منزہ ومقدس ہے، تو ہر چیز پر قادر ہے پھر بھی معاف کردیتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۳/۵۵)

اللہ کے صفاتی ناموں میں "اَلْغَافِرُ" (بخشنے والا)، "اَلْعَفُوُّ" (معاف کرنے والا)، "اَلْغَفَّارُ" (بہت بخشنے والا)، "اَلْغَفُوْرُ" (بہت مغفرت فرمانے والا)، "اَلرَّحْمٰنُ" (بہت مہربان)، "اَلرَّحِيْمُ" (بے حد رحم والا) نمایاں ہیں، قرآن میں یہ نام بار بار آئے ہیں، اللہ نے اپنی عفو ودرگذر کی صفت کا قرآن میں سو سے زائد بار ذکر کیا ہے، اس سے عفو ودرگذر کی اہمیت سمجھی جاسکتی ہے۔

باب دوم:

احادیث نبویہ

حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں عفو و درگذر سے متعلق بیش قیمت ہدایات اور نصائح کا عظیم ذخیرہ ملتا ہے، چند احادیث درج ذیل ہیں:

(ا) جامع ارشاد

زبان نبوت سے جاری ہونے والے معاشرتی اصول میں ایک بنیادی اصول اور ”جَوَامِعُ الْکَلِمْ“ (دریا کو کوزے میں سمیٹنے والے جامع کلمات) میں شامل ایک ارشاد امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی سندِ عالی سے نقل کیا ہے:

وَمَا زَادَ اللّٰہُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا. (مسلم: البر والصلة: باب استحباب العفو:٦٥٩٢)

معاف کرنے کے صلے میں اللہ بندے کی عزتوں ہی میں اضافہ فرماتے ہیں۔

جس وقت زبان نبوت پر یہ مبارک فقرہ آیا ہوگا، سامعین اور حاضرین کی نگاہوں کے سامنے ان کے ماضیٔ قریب کی عرب جاہلانہ، خونیں معرکہ آرائیوں اور ہر طرف قتل وخون، کشت وغارت گری کے ہولناک اور روح فرسا مناظر دوبارہ تازہ ہوگئے ہوں گے، وہ جس ماحول کے پروردہ تھے، جس سماج سے وابستہ تھے اور جس خطے سے متعلق تھے، وہاں اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جانا اور سینوں سے انتقام اور بدلے کی آگ کبھی دبنے اور بجھنے نہ دینا معمول کی بات تھی، وہاں ظالم اور مخالف کو معاف کردینے کا تصور تک نہ تھا، ایک قتل کے بدلے کئی قتل کئے بغیر انہیں چین نہ آتا تھا، رسول اکرم ﷺ نے ایسے ماحول، سماج اور خطے کے افراد کو اپنی

محنت کا مرکز بنایا اور معجزاتی طور پر آپ نے ''پتھر میں سبزہ اگا کر'' اپنی کیمیا اثر نظر سے بہ توفیقِ ربانی مردوں کو مسیحا اور راہ ناآشناؤں کو رہبر منزل بنا کر ہی دم لیا۔

پھر ان کے فکر ونظر، ذہن ودماغ اور جذبات واحساسات کی تطہیر، اصلاح اور تربیت کے حوالے سے جو اصولی تعلیمات آپ ﷺ نے اپنے بے مثال شیریں ترین اسلوب میں ان کے دلوں میں راسخ فرمائیں اور اپنے حسن کردار سے ان کے عملی نمونے برت کر ان کے سامنے رکھے، ان کی روشن مثالوں میں ایک مثال وہ انقلاب آفریں، فکر انگیز اور سمتِ زندگی بدل دینے والا بابرکت جملہ ہے جس کا ذکر ابھی آیا اور جس کا پیغام یہ ہے کہ ظلم، مخالفت اور حسد وعناد کے ری ایکشن اور جواب میں انتقام کے بجائے یکسر معاف کر دینے کا ظرف پیدا ہو جائے تو انسان کو لازوال عظمت اور ناقابل تسخیر رفعت کا رتبۂ بلند حاصل ہو جاتا ہے ع

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

(۲) عزت میں اضافہ کا عمل

حضرت ابوکبشہ انماریؓ نے آپ ﷺ سے اس طرح نقل کیا ہے:

وَلا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، فَاعْفُوْا يُعِزَّكُمُ اللّٰهُ. (الترغیب والترھیب: الترغیب فی العفو:۳/۳۰۷)

جس بندے پر کوئی ظلم کیا جائے، اور وہ صبر کرے تو اللہ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتے ہیں، لہٰذا تم دوسروں کو معاف کر دو، اللہ تم کو باعزت فرمائے گا۔

(۳) مطلوب وسعت ظرف

احادیث میں ذکر آیا ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے دریافت کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ نَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ؟

اے اللہ کے رسول: ہم اپنے خادم کی غلطیوں کو کتنا معاف کریں؟

آپ ﷺ خاموش رہے، اس نے دوبارہ پوچھا، آپ ﷺ نے پھر سکوت اختیار کیا، جب اس نے سہ بارہ سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أُعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً. (ابو داؤد: الادب: حق المملوك: ٥١٦٤)

تم اپنے خادم کو روزانہ ستر بار معاف کرو۔

(۴) خطبۂ تبوک

غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے جو جامع خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس میں یہ فقرہ بھی شامل تھا:

وَمَنْ يَعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ. وَمَنْ يَكْظِمِ الْغَيْظَ يَأْجُرْهُ اللّٰهُ.

جو دوسروں کو معاف کرتا ہے اللہ اسے معاف کر دیتا ہے، اور جو غصہ پی جاتا ہے اللہ اس کو اجر عطا فرماتا ہے۔ (زاد المعاد: ۲/۷)

(۵) عفو و درگذر کی فضیلت

حضرت ابوالدرداءؓ کا بیان ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يُصَابُ بِشَيْئٍ مِنْ جَسَدِهِ، فَيَتَصَدَّقُ بِهِ، إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهِ دَرَجَةً أَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهِ خَطِيئَةً.

جس شخص کے بدن کو کوئی صدمہ پہنچے، پھر وہ صدمہ پہنچانے والے کو معاف کر دے، تو اللہ اس کے باعث اس کا ایک درجہ بلند کرے گا یا ایک گناہ معاف کر دے گا۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا:

سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ. (ابن ماجه: الدیات: باب العفو فی القصاص: ۲۶۹۳)

آپ ﷺ کی اس بات کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا۔

(۶) اصل صلہ رحمی

ایک حدیث میں یہ اصولی بات فرمائی گئی ہے:

لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِئِ، وَلَکِنِ الْوَاصِلُ الَّذِیْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا. (بخاری:الادب: باب لیس الواصل بالمکافی: ۵۹۹۱)

اصل رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں ہوتا جو برابری کا معاملہ کرے (یعنی جڑنے والوں کو جوڑے اور کٹنے والوں کو کاٹے) بلکہ اصل رشتہ جوڑنے والا وہ ہوتا ہے جو کٹنے والوں کو بھی جوڑے رکھے۔

(۷) غصہ پی جانے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے:

مَا مِنْ جُرْعَةٍ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ جُرْعَةِ غَیْظٍ کَظَمَهَا عَبْدٌ إِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ. (ابن ماجه: الزهد: باب الحلم: ۴۱۸۹)

غصہ کا جو گھونٹ اللہ کو راضی کرنے کے لئے بندہ پی لیتا ہے، اللہ کی نگاہ میں کوئی اور گھونٹ اس سے بڑھ کر باعث اجر نہیں ہوتا۔

(۸) بیش قیمت وصیت

حضور اکرم ﷺ نے اپنے بعد آنے والے حکام اور ذمہ داران کو براہِ راست ’’انصار

مدینہ‘‘ (اور بالواسطہ پوری رعایا اور ماتحتوں) کے بارے میں یہ وصیت فرمائی:

فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَاعْفُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ. (مسلم: الفضائل، باب من فضائل الأنصار: ٦٤٢٠)

ان کے نیکوکاروں کی بات قبول کرو اور خطا کاروں کو معاف کردو۔

(۹) ذمہ داران کو ہدایت

ایک حدیث میں الفاظ یہ ہیں:

مَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيْهِ أَحَدًا، أَوْ يَنْفَعَ فِيْهِ أَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ. (بخاری: الصلوة: باب من قال فی الخطبة الخ: ٩٢٧)

جو میری امت میں کسی معاملے کا ذمہ دار بنے، پھر وہ کسی کو نفع یا نقصان پہونچا سکتا ہو تو وہ نیکوکار لوگوں کی بات قبول کرے اور خطا کار کو معاف کردے۔

(۱۰) جامع نصیحت

دوسرے موقع پر تمام اہل ایمان کو خطاب فرمایا:

تَعَافَوْا فِيْمَا بَيْنَكُمْ. (ابو داؤد: ٤٣٧٦)

آپس میں ایک دوسرے کو معاف کردیا کرو۔

(۱۱) مؤثر دعا

آپ ﷺ نے خود بھی اس دعا کا اہتمام فرمایا اور امت کو بھی اس کے اہتمام کی تلقین کی:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ. (مستدرك الحاكم: ١/٥٣٠)

خدایا آپ خوب درگذر فرمانے والے کریم ہیں، آپ کو درگذر پسند ہے، مجھے معاف کردیجئے۔

اس دعا میں یہ سبق بھی مضمر ہے کہ دنیا میں اپنے مخالفوں اور قصورواروں کو معاف کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے، تاکہ اللہ کے عفوورحمت کے دامن میں جگہ مل سکے۔

(۱۲) رحمت الٰہی کے حصول کا نسخہ

آپ ﷺ نے اپنے خطاب میں منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا:

إِرۡحَمُوۡا تُرۡحَمُوۡا، وَاغۡفِرُوۡا يَغۡفِرِ اللّٰهُ لَكُمۡ. (مسند احمد: ٦٥٤١)

دوسروں پر رحم کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے، دشمنوں کو معاف کردواللہ تمہیں معاف فرمائے گا۔

(۱۳) فکر انگیز حقیقت

ایک روایت میں ہے:

مَنۡ لَا يَرۡحَمُ النَّاسَ لَا يَرۡحَمُهُ اللّٰهُ، وَمَنۡ لَا يَغۡفِرُ لَا يُغۡفَرُ لَهُ.

(الترغیب والترھیب: الترغیب فی العفو:۳/۳۰۸)

جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا، اور جو لوگوں کو معاف نہیں کرتا اسے معاف نہیں کیا جاتا۔

(۱۴) عظیم خصلتیں

ارشادِ نبوی ہے:

ثَلَاثٌ مَنۡ كُنَّ فِيهِ آوَاهُ اللّٰهُ فِي كَنَفِهِ وَسَتَرَ عَلَيۡهِ بِرَحۡمَتِهِ وَ أَدۡخَلَهُ فِيۡ مَحَبَّتِهِ: مَنۡ إِذَا أُعۡطِيَ شَكَرَ، وَإِذَا قَدَرَ غَفَرَ، وَإِذَا غَضِبَ فَتَرَ. (الترغیب والترھیب: الترھیب من الغضب: ۳/۴۴۹)

تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی اللہ اسے اپنی امان میں پناہ عطا فرمائے گا اوراس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے گا اوراسے اپنی محبت سے نواز دے گا: (۱) جو نعمتوں کے ملنے پر شکرادا کرے، (۲) جو قابو یاب ہونے کے بعد معاف کردے، (۳) جو غصہ کی حالت میں خاموش رہے۔

(۱۵) عجیب نمونہ

آپ ﷺ نے امت کی تربیت کے لئے یہ واقعہ سنایا کہ پچھلی امتوں میں ایک کاروباری شخص ضرورت مندوں کو قرض دیا کرتا تھا، وہ جب قرض لینے والے کے بارے میں یہ محسوس کرلیتا تھا کہ وہ نادار ہے، واپسی اس کے لئے مشکل ہوگی، تو خادموں کو تاکید کردیتا تھا:

تَجاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجاوَزَ عَنَّا.

اسے معاف کردینا، شاید اللہ اس کی برکت سے ہمیں معاف کردے۔

اللہ کواس کی یہ ادا پسند آئی، اور انسانوں کے ساتھ نرمی اور عفو کا معاملہ کرنے کے صلے میں اللہ نے اس کو معاف کردیا۔ (بخاري: البيوع: باب من أنظر معسراً: ٢٠٧٨)

(۱۶) اللہ کی پسندیدہ صفت

ارشاد نبوی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَفُوٌّ يُحِبُّ الْعَفْوَ. (مسند احمد: ٤٣٨/١، مستدرك الحاكم: ٣٨٢/٤)

بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔

(۱۷) جنت کے محلات

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے شب معراج میں بہت اعلیٰ درجے کے محلات

دیکھے، میں نے حضرت جبرئیل سے پوچھا: یہ محلات کن لوگوں کے لئے ہیں؟ انہوں نے بتایا:

لِلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ. (کنز العمال: ۱۵۲/۳، حدیث: ۷۰۱۳)

ان لوگوں کے لئے جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں۔

(۱۸) اعلیٰ انعام

ایک حدیث میں فرمایا گیا:

مَنْ أَقَالَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ عَثْرَتَهُ فِی الدُّنْیَا أَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. (کنز العمال: ۱۵۲/۳، حدیث: ۷۰۱۷)

جو اپنے صاحب ایمان بھائی کی غلطی کو دنیا میں معاف کردیتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کی غلطی کو معاف کردے گا۔

(۱۹) باعث عزت عمل

حدیث میں آیا ہے:

مَنْ شُتِمَ أَوْ ضُرِبَ ثُمَّ صَبَرَ زَادَهُ اللّٰهُ لِذٰلِکَ عِزًّا، فَاعْفُوْا یَعْفُ اللّٰهُ عَنْکُمْ. (کنز العمال: ۱۵۳/۳، حدیث: ۷۰۱۹)

جسے گالی دی جائے یا مارا جائے پھر وہ صبر کرلے تو اس عمل کی وجہ سے اللہ اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا، لہٰذا تم دوسروں کو معاف کردیا کرو، اللہ تمہیں معاف فرمائے گا۔

(۲۰) ابوضمضم کا کردار

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُوْنَ كَأَبِي ضَمْضَمٍ؟ كَانَ إِذَا أَصْبَحَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِيْ وَعِرْضِيْ لَكَ فَلا يَشْتِمُ مَنْ شَتَمَهُ وَلا يَظْلِمُ مَنْ ظَلَمَهُ وَلا يَضْرِبُ مَنْ ضَرَبَهُ. (کنز العمال: ۱۵۳/۳، حدیث: ۷۰۲۳)

کیا تم میں سے کوئی ابوضمضم جیسا کردار ادا کرنے سے عاجز ہے؟ ان کا معمول یہ تھا کہ ہر صبح کہتے تھے: خدایا! میں نے اپنی جان اور آبرو آپ کے سپرد کردی، پھر وہ نہ کسی گالی بکنے والے کو گالی دیتے تھے، نہ کسی ظلم ڈھانے والے پر ظلم کرتے تھے اور نہ کسی مارنے والے کو مارتے تھے (بلکہ سب کو معاف کردیا کرتے تھے)۔

(۲۱) سب سے اعلیٰ اخلاق

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

يَا عُقْبَةُ: أَلا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ أَخْلاقِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَأَهْلِ الآخِرَةِ؟ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ، وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، أَلا وَمَنْ أَرَادَ اللّٰهَ أَنْ يَمُدَّ فِي عُمُرِهِ، وَيَبْسُطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ. (کنزالعمال: ۳۰۸/۳، حدیث: ۸۶۹۰)

اے عقبہ! کیا میں تم کو دنیا اور آخرت والوں کے سب سے بہتر اخلاق نہ بتادوں؟ جو تم سے کٹے تم اس کو جوڑو، جو تمہیں محروم رکھے تم اسے عطا کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو، سنو! جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی عمر میں اضافہ اور اس کے رزق میں فراخی کردے تو اسے اللہ سے ڈرنا اور صلہ رحمی کرنا چاہئے۔

(۲۲) مغفرت کا صلہ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا

کہ فلاں نے مجھے گالی بھی بکی ہے اور مارا بھی ہے، اگر مجھے اللہ ورسول کا خیال نہ ہوتا تو میں اس سے بھرپور انتقام لیتا، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا صبر اور عفوودرگذر کا رویہ اللہ کی نگاہ میں تمہاری عزت بڑھادے گا اور اللہ تمہیں اپنی مغفرت سے نوازے گا۔ (کنز العمال:۳/۳۱۲، حدیث:۸۷۲۳)

(۲۳) معاف کرنے کی فضیلت

حضرت ابوالدرداءؓ کو خطاب کرکے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنْ نَافَرْتَ النَّاسَ نَافَرُوْکَ، وَإِنْ هَرَبْتَ مِنْهُمْ أَدْرَکُوْکَ، وَإِنْ تَرَکْتَهُمْ لَمْ يَتْرُکُوْکَ.

اگر تم لوگوں سے جھگڑو گے تو لوگ بھی تم سے جھگڑیں گے، اگر تم لوگوں سے بھاگو گے تو لوگ تمہیں پکڑلیں گے اور اگر تم لوگوں کو چھوڑ دو گے تب بھی لوگ تم کو نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے پوچھا: مجھے کیا کرنا چاہئے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

هَبْ عِرْضَکَ لِيَوْمِ فَقْرِکَ. (کنز العمال: ۳/۳۱۲، حدیث: ۸۷۲۵)

تم اپنی آبرو اپنی احتیاج کے دن (قیامت) کے لئے چھوڑ دو (ظلم اور بدسلوکی کا بدلہ نہ لو، صبر کرو اور معاف کردو۔)

(۲۴) اللہ کی مدد

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ خدمت نبوی ﷺ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: إِنَّ لِيْ قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِّيْ، وَيُسِيْؤُنَ إِلَيَّ وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ، وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ.

اے اللہ کے رسول! میرے کچھ قرابت دار ایسے ہیں کہ میں ان کے

ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے قطع تعلق رکھتے ہیں، وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، مگر میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ جاہلانہ حرکتیں کرتے ہیں جب کہ میں ان کے ساتھ حلم وبردباری کا معاملہ رکھتا ہوں۔

یہ سن کرآپ ﷺ نے فرمایا:

لَئِنْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلا يَزَالُ مِنَ اللّٰهِ مَعَكَ ظَهِيْرٌ مَا زِلْتَ عَلَى ذٰلِكَ.

اگر وہی معاملہ ہے جوتم بتارہے ہو،تو گویاتم ان کوراکھ کھلارہے ہو،اور جب تک تم اپنے اس عمل پرقائم رہو گے، مسلسل اللہ کی طرف سے مددگارفرشتہ تمہارے ساتھ رہے گا۔(روضۃ العقلاء:۱۵۳)

(۲۵) حکام کوخاص ہدایت

حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کا یہ قول منقول ہے:

أَقِيْلُوْا ذَوِی الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُوْدَ. (ابو داؤد: الحدود: باب فی الحد يشفع فيه: ٤٣٧٥)

اچھے اور بھلے لوگوں کی لغزشیں معاف کردیا کروسوائے شرعی حدود کے۔

اس حدیث میں حکام اور امراء کوخطاب ہے کہ وہ سماج کے ان افراد کی لغزشوں اور غلطیوں کومعاف کردیا کریں جن کے حالات غیر مشکوک ہوں، جوشرارت میں معروف نہ ہوں اور سماج میں باحیثیت ہوں، البتہ شرعی حدود میں کسی کی کوئی رورعایت نہیں کی جائے گی۔

باب سوم:

سلف امت کے اقوال

صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء عظام اور سلف امت کے اقوال اور فرمودات میں عفوودرگذر کے بارے میں زریں اور مفید ترین رہنمائیاں ملتی ہیں، چند نمونے حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے سوال کیا:

یَا رَبِّ: مَنْ أَعَزُّ عِبَادِکَ عِنْدَکَ؟

اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کا سب سے پیارا بندہ کون ہے؟

اللہ رب العزت نے فرمایا:

مَنْ إِذَا قَدَرَ غَفَرَ.

جو قابو یاب ہونے کے بعد معاف کردے۔ (کنز العمال:۳/۱۵۱، حدیث:۷۰۰۳)

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے:

إِنَّ الْإِحْسَانَ لَیْسَ أَنْ تُحْسِنَ إِلَی مَنْ أَحْسَنَ إِلَیْکَ، إِنَّمَا تِلْکَ مُکَافَأَۃٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَلٰکِنَّ الْإِحْسَانَ أَنْ تُحْسِنَ إِلَی مَنْ أَسَاءَ إِلَیْکَ. (الزهد للإمام أحمد:۱۳۹)

اصل احسان یہ نہیں ہے کہ تم اپنے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کے

ہمراہ حسن سلوک کردو، یہ تو برابری کے ساتھ بھلائی کا معاملہ ہے، بلکہ اصل احسان یہ ہے کہ جو تم سے بدسلوکی کرے، تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(۲) حضرت لقمانؒ کی نصیحت اور کلمات

حضرت لقمانؒ نے اپنے فرزند کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں یہ بھی ہے: ''اپنے برا چاہنے والوں کو معاف کردو، بھلا چاہنے والوں کا شکریہ ادا کرو''۔ (کلمات اکابر: مولانا محمد اسحاق بنارسیؒ:۱۳۶)

مزید فرمایا:

كَذَبَ مَنْ قَالَ: إِنَّ الشَّرَّ يُطْفِئُ الشَّرَّ، فَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَلْيُوْقِدْ نَاراً إِلَى جَنْبِ نَارٍ، فَلْيَنْظُرْ هَلْ تُطْفِئُ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ، وَإِلَّا فَإِنَّ الْخَيْرَ يُطْفِئُ الشَّرَّ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ. (روضة العقلاء: ١٥٦)

جو یہ کہتا ہے کہ شر شر کو مٹاتا ہے، وہ غلط کہتا ہے، اگر وہ سچا ہے تو آگ کے ایک شعلے کے بغل میں دوسرا شعلہ روشن کرے پھر دیکھے کہ کیا ایک شعلہ دوسرے شعلہ کو بجھاتا ہے؟ ہرگز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ خیر ہی شر کو مٹاتی ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے (بدسلوکی کا اصل جواب حسن سلوک ہی ہے)۔

منقول ہے کہ حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے سے پوچھا:

أَيُّ شَيْءٍ أَقَلُّ؟ وَأَيُّ شَيْءٍ أَكْثَرُ؟ وَأَيُّ شَيْءٍ أَبْرَدُ؟

کون سی چیز سب سے کم ہے؟ کون سی چیز سب زیادہ ہے؟ کون سی چیز سب سے زیادہ سکون بخش ہے؟

پھر جواب دیا:

أَمَّا أَقَلُّ شَيْءٍ فَالْيَقِيْنُ، وَأَمَّا أَيُّ شَيْءٍ أَكْثَرُ فَالشَّكُّ، وَأَمَّا أَيُّ شَيْءٍ أَبْرَدُ: فَعَفُوُ اللّٰهِ عَنْ عِبَادِهِ، وَعَفُوُ النَّاسِ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ. (روضة العقلاء: ١٥٧)

سب سے کم یاب چیز یقین ہے، اور سب سے زیادہ پائی جانے والی چیز شک ہے، اور سب سے زیادہ سکون بخش چیز عفوودرگذر ہے: اللہ کا اپنے بندوں کو معاف کردینا اور انسانوں کا ایک دوسرے کو معاف کردینا۔

(۳) بہترین دعا

حضرت عمرؓ کی دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی تھی:

اَللّٰهُمَّ أَقْدِرْنِی عَلَى مَنْ ظَلَمَنِیْ لِأَجْعَلَ عَفْوِیْ عَنْهُ شُكْرًا لَکَ عَلَى مَقْدِرَتِیْ عَلَيْهِ. (العفو والتسامح: ماجد ایوب: ۱۶)

اے اللہ! مجھے اس شخص پر قابو دے دیجیے جس نے مجھ پر ظلم کیا ہو، تاکہ میں قابو یاب ہونے کے بعد اسے معاف کردوں، یہ معاف کرنا قابو یابی کا شکریہ ہوگا۔

(۴) سب سے بردبار انسان

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:

أَحْلَمُ النَّاسِ مَنْ عَفَا بَعْدَ الْقُدْرَةِ. (مواعظ الصحابة: صالح احمد الشامی: ۱۰۳)

سب سے بردبار انسان وہ ہے جو قابو یاب ہونے کے بعد معاف کردے۔

(۵) حضرت علیؓ کے اقوال زریں

حضرت علیؓ کا فرمان ہے:

إِذَا قَدَرْتَ عَلَى الْعَدُوِّ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْراً لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ.

تم کو اپنے دشمن پر قابو مل جائے تو یہ قابو یابی ایک نعمت ہے، اس کا شکر اس طرح ادا کرو کہ دشمن کو معاف کردو۔ (قواعد نبویہ: ۲۳۳)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

أَوَّلُ عِوَضِ الْحَلِيمِ عَنْ حِلْمِهِ: أَنَّ النَّاسَ أَنْصَارُهُ عَلَى الْجَاهِلِ. (مواعظ الصحابة: صالح احمد الشامی: ۱۴۱)

بردبار انسان کو اس کی بردباری کا سب سے پہلا صلہ یہ ملتا ہے کہ دیگر لوگ جاہلانہ حرکت کرنے والے کے مقابلے میں اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔

انہیں کا قول ہے:

مِنْ أَفْضَلِ الْبِرِّ: اَلْجُوْدُ فِي الْعُسْرِ، وَالصِّدْقُ فِي الْغَضَبِ، وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْمَقْدِرَةِ. (العفو والتسامح: ماجد ایوب: ۱۶)

بہترین نیکیاں یہ ہیں: (۱) تنگ دستی میں سخاوت، (۲) غصہ کی حالت میں بھی سچ بولنا، (۳) قابو یاب ہونے کے باوجود معاف کردینا۔

حضرت علیؓ کے اقوال میں ہے:

چار کام بہت مشکل ہوتے ہیں: (۱) غصہ میں معاف کرنا، (۲) مفلسی اور غربت میں عطا وبخشش، (۳) گوشۂ تنہائی میں پاکدامنی، (۴) کسی سے خوف ہو یا امید پھر بھی اس کو کلمۂ حق اور سچی بات کہہ سنانا۔ (کلمات اکابر: مولانا محمد اسحاق بنارسیؒ: ۵۸)

(۶) عداوت ختم کرنے کا نسخہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

تَعَافَوْا تَسْقُطِ الضَّغَائِنُ بَيْنَكُمْ. (کنز العمال: ۳/۱۵۱، حدیث: ۷۰۰۱)

ایک دوسرے کو معاف کردیا کرو، اس کی برکت سے تمہارے آپس کے کینے اور عداوتیں ختم ہوجائیں گی۔

(۷) حضرت معاویہؓ کے کلمات

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں:

إِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ أَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوبَةِ. (العفو والتسامح: ماجد ایوب:١٦)

لوگوں میں معاف اور درگذر کرنے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جسے سزا دینے پر سب سے زیادہ قدرت ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

عَلَيْكُمْ بِالْحِلْمِ وَالاِحْتِمَالِ حَتَّى تُمْكِنَكُمُ الْفُرْصَةُ، فَإِذَا أَمْكَنَتْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّفْحِ وَالإِفْضَالِ. (نضرة النعيم: ٢٩٠٨/٧)

تم (مخالف کے مقابلے میں) حلم اور ضبط سے کام لو، یہاں تک کہ تم کو اس پر قابو مل جائے، جب قابو مل جائے تو اسے معاف کردو اور اس کے ساتھ مہربانی اور احسان کا معاملہ کرو۔

(۸) حضرت ابوالدرداءؓ کے ارشادات

حضرت ابوالدرداء سے پوچھا گیا:

مَنْ أَعَزُّ النَّاسِ؟

سب سے باعزت لوگ کون ہیں؟

انہوں نے جواب دیا:

اَلَّذِيْنَ يَعْفُوْنَ إِذَا قَدَرُوْا، فَاعْفُوْا يُعِزَّكُمُ اللّٰهُ. (موسوعة الأخلاق: ١٥/٣)

جو قابو ملنے پر معاف کردیں، تم بھی معاف کردیا کرو، اللہ تم کو عزتوں سے نواز دے گا۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے عفو ودرگذر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَا یُحَرِّزُ الْمُؤمِنَ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ إِلَّا قَبْرُهُ. (البیان والتبیین: ۱۵۷/۳)

مومن کو برے لوگوں کے شر سے قبر ہی بچا سکتی ہے (جب تک زندہ ہے لوگ تکلیف پہنچاتے رہیں گے، اس کا حل صرف عفو ودرگذر ہے)۔

انہوں نے مزید فرمایا:

فَمَنْ سَبَّکَ أَوْ شَتَمَکَ أَوْ قَاتَلَکَ فَدَعْهُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

(مواعظ الصحابة: صالح احمد الشامی: ۲۹۳)

جو تم کو گالی دے، یا برا کہے، یا جھگڑے اسے اللہ کے لئے معاف کردو۔

(۹) حضرت ابوامامہؓ کا قول

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں:

مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَةِ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ یَوْمَ الْعُسْرَةِ. (کنزالعمال: ۱۵۱/۳، حدیث: ۷۰۰٤)

جو انتقام پر قدرت کے باوجود معاف کردے قیامت کے مشکل بھرے دن میں اللہ اسے معاف کردے گا۔

(۱۰) بغیر حساب کے جنت میں داخلہ

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا کہ وہ لوگ اٹھ کر سیدھے جنت میں چلے جائیں جن کا اجر اللہ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے، چناں چہ ہزار ہا ہزار لوگ اٹھیں گے اور بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے، دریافت کیا گیا: یہ کون لوگ ہوں گے؟ حضرت انسؓ کا جواب تھا:

اَلْعَافُوْنَ عَنِ النَّاسِ.

لوگوں کو معاف کر دینے والے۔ (کنز العمال:۳/۱۵۱، حدیث:۷۰۰۶)

(۱۱) حقیقی حلم اور صلہ رحمی

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَیْسَ الْوَاصِلُ الَّذِیْ یَصِلُ مَنْ وَصَلَهُ، وَیَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهُ، وَإِنَّمَا ذٰلِکَ الْمُنْصِفُ، وَإِنَّمَا الْوَاصِلُ: الَّذِیْ یَصِلُ مَنْ قَطَعَهُ، وَیَعْطِفُ عَلٰی مَنْ جَفَاهُ، وَلَیْسَ الْحَلِیْمُ الَّذِیْ یَحْلُمُ عَنْ قَوْمِهٖ مَا حَلُمُوْا عَنْهُ، فَإِذَا جَهِلُوْا عَلَیْهِ جَاهَلَهُمْ، وَإِنَّمَا ذٰلِکَ الْمُنْصِفُ، وَإِنَّمَا الْحَلِیْمُ الَّذِیْ یَحْلُمُ إِذَا حَلُمُوْا، فَإِذَا جَهِلُوْا عَلَیْهِ حَلُمَ عَنْهُمْ. (مواعظ الصحابة: صالح احمد الشامی: ٣٤٧)

صلہ رحمی کرنے والا درحقیقت وہ نہیں ہوتا جو جوڑنے والے کو جوڑتا ہو اور کاٹنے والے کو کاٹتا ہو، بلکہ یہ تو برابری کرنے والا ہوا، اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو کٹنے والوں کو جوڑے اور بدسلوکی کرنے والے پر مہربان رہے۔

بردبار وہ نہیں ہے جس کا معاملہ یہ ہو کہ جب لوگ بردباری اختیار کریں تو یہ بھی بردبار رہے اور جب لوگ جہالت پر اتر آئیں تو یہ بھی ان کے ساتھ جاہلانہ برتاؤ کرے، یہ تو برابری کرنے والا ہوا، اصل بردبار وہ ہے کہ جب لوگ بردباری کا معاملہ کریں تو بھی بردبار رہے اور جب لوگ جہالت پر اتر آئیں تو بھی بردبار رہے۔

(۱۲) حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا خطاب

کوفہ کے گورنر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن قوم کو خطاب کرتے ہوئے

حضرت جریر بن عبداللہؓ نے پورے جذبۂ خلوص کے ساتھ فرمایا تھا:

إِسۡتَغۡفِرُوا لِأَمِيرِكُمۡ فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الۡعَفۡوَ.

اپنے امیر کے لئے اللہ سے معافی مانگو، وہ بھی (ظالموں اور مجرموں) کو معاف کردینا پسند کرتے تھے (جس کا صلہ یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ سے یہی دعا کی جائے)۔(بخاری: الایمان: باب قول النبی: الدین النصیحۃ:۵۸)

(۱۳) بیش قیمت نسخہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آیت قرآنی" **إِدۡفَعۡ بِالَّتِيۡ هِيَ أَحۡسَنُ**" (برائی کا جواب بھلائی سے دو) کے ذیل میں فرمایا:

اَلصَّبۡرُ عِنۡدَ الۡغَضَبِ، وَالۡعَفۡوُ عِنۡدَ الإِسَاءَةِ، فَإِذَا فَعَلُوۡا عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمۡ عَدُوُّهُمۡ. (الترغیب والترهیب: الترهیب من الغضب: ۳/۴۴۹)

غصے کے موقع پر صبر اور بدسلوکی کے جواب میں عفو ودرگذر مطلوب کردار ہوتا ہے، جب لوگ ایسا کرتے ہیں تو اللہ ان کی حفاظت فرماتا ہے اور ان کا دشمن ان کا مطیع بن جاتا ہے۔

(۱۴) پسندیدہ خصلتیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

أَحَبُّ الۡأُمُوۡرِ إِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ: اَلۡعَفۡوُ فِيۡ الۡقُدۡرَةِ، وَالۡقَصۡدُ فِيۡ الۡجِدَةِ، وَالرِّفۡقُ فِيۡ الۡعِبَادَةِ، وَمَا رَفَقَ أَحَدٌ بِأَحَدٍ فِي الدُّنۡيَا إِلَّا رَفَقَ اللّٰهُ بِهِ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ. (روضة العقلاء: ۱۶۷)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ تین چیزیں ہیں: (۱) قابو ملنے

پر معاف کردینا، (۲) دولت مندی میں اعتدال پر قائم رہنا، (۳) عبادت میں اعتدال؛ دنیا میں جو کسی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس کے ساتھ ضرور نرمی کا معاملہ کریں گے۔

(۱۵) کامل اہل ایمان کا وصف

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کامل اہل ایمان کا یہ وصف بتایا ہے:

فَإِذَا قَدَرُوا عَفَوْا. (بخاری: المظالم: باب الانتصار)

جب انہیں ظالم پر قدرت ہوتی تھی تو بجائے انتقام کے معاف کردیتے تھے۔

(۱۶) قیمتی نصیحتیں

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا: اگر تمہارے پاس کوئی کسی کی شکایت لائے تو تم اس کو یہ تاکید کرو:

يَا أَخِيْ: أُعْفُ عَنْهُ فَإِنَّ الْعَفْوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى.

اے میرے بھائی! تم اسے معاف کردو، کیونکہ معاف کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اگر وہ کہنے لگے کہ میرا دل معاف کرنے پر آمادہ نہیں ہے، میں تو قرآنی اجازت کے مطابق انتقام لوں گا، تو تم اس سے کہو:

إِنْ كُنْتَ تُحْسِنُ أَنْ تَنْتَصِرَ وَ إِلَّا فَارْجِعْ إِلَى بَابِ الْعَفْوِ، فَإِنَّهُ بَابٌ وَاسِعٌ، فَإِنَّهُ مَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ، وَصَاحِبُ الْعَفْوِ يَنَامُ عَلَى فِرَاشِهِ بِاللَّيْلِ، وَصَاحِبُ الانْتِصَارِ يُقَلِّبُ الْأُمُوْرَ، لِأَنَّ الْفُتُوَّةَ هِيَ الْعَفْوُ عَنِ الإِخْوَانِ. (الحلية لأبی نعيم:۸/۱۱۲)

اگر تم اچھی طرح (حدود شریعت میں رہ کر) انتقام لے سکتے ہو تو ٹھیک

ہے، ورنہ عفو و درگذر کے دروازے پر لوٹ جاؤ، اس لئے کہ یہ بہت کشادہ دروازہ ہے، کیونکہ جو شخص معاف کرتا ہے اور صلح سے کام لیتا ہے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، معاف کر دینے والا رات کو اپنے بستر پر آرام کی نیند سوتا ہے، اور انتقام لینے والا چیزوں کو الٹ پلٹ دیتا ہے، اس لئے اصل مردانگی بھائیوں کو معاف کر دینا ہی ہے۔

مزید فرمایا:

تم اپنے دوست کے بالمقابل اپنے دشمن کے ذریعہ زیادہ نیکیاں کما سکتے ہو، تمہارے دوست کے سامنے تمہارا ذکر آئے گا تو وہ تم کو دعا دے گا، جب کہ تمہارا دشمن رات دن تمہاری غیبت کرے گا، اس طرح وہ بیچارہ اپنی نیکیاں تمہیں دے بیٹھے گا۔ (ایضاً: ۸/۱۱۵)

حضرت فضیلؒ کا ایک فکر انگیز قول یہ ہے:

مَنْ طَلَبَ أَخًا بِلا عَيْبٍ بَقِيَ بِلا أَخٍ. (روضة العقلاء: ١٥٥)

جو عیب سے پاک دوست تلاش کرتا ہے اسے بغیر دوست کے ہی رہنا پڑتا ہے۔

(۱۷) سب سے بہتر اخلاق

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا متفقہ فیصلہ ہے:

أَفْضَلُ أَخْلاقِ الْمُؤْمِنِينَ الْعَفْوُ. (قواعد نبویه: ٢٣٣)

اہل ایمان کا سب سے بہتر اخلاق معاف کر دینا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

مؤمن کے اخلاق میں دشمن سے عفو ودرگذر سب سے نمایاں چیز ہے۔
(کلمات اکابر: مولانا محمد اسحاق بنارسی: ۱۰۶)

حضرت حسنؒ کا ہی قول ہے:

اَلْـمُـؤْمِنُ حَلِيْمٌ لا يَجْهَلُ، وَإِنْ جُهِلَ عَلَيْهِ لا يَظْلِمُ، وَإِنْ ظُلِمَ غَفَرَ لا يَقْطَعُ، وَإِنْ قُطِعَ وَصَلَ لا يَبْخَلُ، وَإِنْ بُخِلَ عَلَيْهِ صَبَرَ.

(موسوعة ابن ابی الدنيا: ۲/۵۵)

صاحب ایمان بردبار ہوتا ہے، جاہلانہ حرکت نہیں کرتا، اگر اس کے ساتھ جہالت کی جاتی ہے تو ظلم نہیں کرتا، اگر اس پر ظلم کیا جاتا ہے تو معاف کردیتا ہے، قطع تعلق نہیں کرتا، اگر اس کے ساتھ قطع تعلق کیا جاتا ہے تو بھی وہ صلہ رحمی کرتا ہے اور بخل سے نہیں کام لیتا، اور اگر اس کے ساتھ بخل کیا جاتا ہے تو وہ صبر سے کام لیتا ہے۔

(۱۸) کمینہ صفت لوگ

حضرت احنف بن قیسؒ کی نصیحت ہے: کمینہ صفت لوگوں سے مشورہ مت لیا کرو، پوچھا گیا: کمینہ صفت کون ہوتے ہیں؟ فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَرَوْنَ الصَّفْحَ وَالْعَفْوَ عَارًا. (المستطرف)

جو عفوودرگذر کو عار اور ذلت کی چیز سمجھتے ہیں۔

(۱۹) عفو یا انتقام

ذکر آچکا ہے کہ قرآن میں ظلم کے بالکل مساوی انتقام کی اجازت ملتی ہے مگر اس میں حد سے تجاوز سخت ممنوع ہے، البتہ صبر اور عفو و درگذر کو بہترین ردعمل بتایا گیا ہے (النحل:۱۲۶) ''مساوی انتقام'' پر اگر غور کیا جائے تو یہ ناممکن نہ سہی مگر بے انتہا مشکل ضرور ہے، اگر آپ کو کوئی شخص ایک طمانچہ ماردے تو تو کیا آپ اسے جوابی طمانچہ مارنے میں بعینہ اسی طریقے، انداز، قوت اور تاثیر کا صد فیصد لحاظ رکھ سکیں گے؟ کیا انتقام لیتے وقت آپ یقین کے ساتھ یہ کہہ سکیں

گے کہ آپ نے حد سے سرِ موتجاوزنہیں کیا ہے؟ اورآپ بالکل برابری کے معیار پر قائم رہے ہیں اورآپ سے جواب میں ادنیٰ زیادتی بھی نہیں ہوئی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، صاحب شعور آدمی اسی لئے انتقام کے چکر میں الجھ کرکم، زیادہ اور مساوی کے حساب میں پھنسنے کے بجائے عفوودرگذر اور صبر واعراض وسکوت ہی کوترجیح دے گا، حضرت جعفر بن محمدؒ کا قول ہے:

لَأَنْ أَنْدَمَ عَلَى الْعَفْوِ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَنْدَمَ عَلَى الْعُقُوبَةِ.

(قواعد نبوية: ٢٣٤)

مخالف کومعاف کرنے کے بعد اگر ندامت ہوتو وہ انتقام وسزا کے بعد کی ندامت کے مقابلے میں مجھے زیادہ محبوب ہے۔

ان سے یہ قول اس طرح بھی منقول ہے:

لَأَنْ أَنْدَمَ عَلَى الْعَفْوِ عِشْرِيْنَ مَرَّةً، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَنْدَمَ عَلَى الْعُقُوبَةِ مَرَّةً وَاحِدَةً. (ادب المجالسة: ١١٦)

مخالف کومعاف کرنے کے بعد اگر بیس بار بھی ندامت ہوتو وہ انتقام وسزا کے بعد کی ایک ندامت کے مقابلے میں مجھے زیادہ محبوب ہے۔

(۲۰) حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا طرز عمل

عبدالرحمٰن بن عمرؒ فرماتے ہیں: میں عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہیں کسی شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ انہیں بہت برا کہتا ہے، تھوڑی دیر میں وہی شخص وہاں آیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے اسے اپنے بغل میں بٹھایا اوراس کا اکرام کیا، اس کے جانے کے بعد بتایا گیا کہ یہ تو وہی شخص تھا جس نے آپ کی برائی کرنا معمول بنالیا ہے، حضرت کا جواب تھا: ”میں قرآن کے اس حکم پر عمل کرتا ہوں کہ برائی کا جواب بھلائی سے دیا کرو“۔

(حياة السلف بين القول والعمل: احمد الطيار: ٣٤٣)

(۲۱) ایک دانا انسان کا جواب

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں: مجھے معلوم ہوا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا:

وَاللّٰهِ لَئِنْ قُلْتَ وَاحِدَةً لَتَسْمَعَنَّ عَشْرًا.

خدا کی قسم! اگر تم ایک بات کہو گے تو دس سنو گے۔

دوسرے نے جواب میں کہا:

لَكِنَّكَ إِنْ قُلْتَ عَشْرًا لَمْ تَسْمَعْ وَاحِدَةً. (ایضاً)

لیکن اگر تم دس بات بھی کہو گے تو ایک بھی نہیں سنو گے۔

(۲۲) حضرت سنان بن ثابتؒ کی نصیحت

حضرت سنان بن ثابتؒ سے اس دور کے حکمراں نے اپنی شدت غیظ وغضب کی عادت کا ذکر کرتے ہوئے نصیحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: غیظ وغضب کا نشہ شراب کے نشے سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے، آپ کو جب بھی کسی پر غصہ آئے اسے فوراً سزا نہ دیں، بلکہ ایک دن کے لئے معاملہ ملتوی کردیں، تاکہ آتش غضب سرد ہوجائے اور درست فیصلہ صادر ہو، جب بھی کسی شخص کا کوئی جرم سامنے آئے تو یاد رکھئے کہ جیسے آپ کو اس پر قابو ہے، اللہ کو اس سے زیادہ آپ پر قابو ہے، اور جیسے وہ آپ کی نگاہِ کرم کا محتاج ہے، آپ اس سے زیادہ اللہ کی نگاہ رحمت کے محتاج ہیں۔

فَكَمَا تُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ لَكَ كَذٰلِكَ غَيْرُكَ يُحِبُّ أَنْ تَعْفُوَ عَنْهُ، وَاذْكُرْ أَيَّ لَيْلَةٍ بَاتَ الْمُذْنِبُ قَلَقًا لِخَوْفِهِ مِنْكَ وَمَا يَتَوَقَّعُهُ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَاعْرِفْ مِقْدَارَ مَا يَصِلُ إِلَيْهِ مِنَ السُّرُوْرِ بِزَوَالِ الرُّعْبِ عَنْهُ، وَمِقْدَارَ الثَّوَابِ الَّذِيْ يَحْصُلُ لَكَ بِذٰلِكَ، وَاذْكُرْ قَوْلَهُ تَعَالٰى: اَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ. (ایضاً: ۳۴۸)

جیسے آپ کو یہ پسند ہے کہ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے ایسے ہی دوسرے کو یہ پسند ہے کہ آپ اسے معاف کردیں، یاد کیجئے کہ مجرم آپ کے خوف اور آپ کی طرف سے ملنے والی سزا کی ہولناکی کی وجہ سے کیسی بے چینی کی رات گذارتا ہے، اور پھر جب آپ اسے معاف کردیں تو اسے کتنی خوشی ملتی ہے اور آپ کو کتنا ثواب حاصل ہوتا ہے، اللہ کے اس فرمان کو یاد رکھئے: کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہیں معاف کردے۔

(۲۳) امام اعظمؒ کی وصیت

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگرد رشید حضرت خالد بن یوسف سمتی بصریؒ کو جو وصیتیں فرمائیں ان میں یہ نصیحت بھی ملتی ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاعْفُ عَمَّنْ أَسَاءَ اِلَيْکَ وَارْفُقْ بِهِمْ وَسَامِحْهُمْ.

عفوودرگذر کا اہتمام کرو، بھلی بات کا حکم دو، جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کریں انہیں معاف کردو، ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اور چشم پوشی کرو۔

(مجموعہ وصایا امام اعظم: مرتبہ: مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ: ۵۰،۵۳)

(۲۴) حکیمانہ ارشاد

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے:

درگذر اور رفع شر کا مزاج بناؤ، بات سے بات نکلتی ہے، اگر تم کو کوئی ایک بات کہے اور تم اس کا جواب دو تو بات بڑھ جائے گی اور نزاع پیدا ہو جائے گا۔ (قواعد نبویہ: ۲۳۳)

(۲۵) فضیلت کے حاملین

حضرت علی بن حسینؒ کا قول ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا: تم میں فضیلت کے حامل کون لوگ ہیں؟ یہ سن کر کچھ لوگ کھڑے ہوجائیں گے، ان سے کہا جائے گا: جنت کی طرف چلو، وہ چل پڑیں گے، راستے میں کچھ فرشتے ان سے ملیں گے اور پوچھیں گے: کہاں جارہے ہو؟ وہ جواب دیں گے: جنت کی طرف، فرشتے پوچھیں گے: حساب کتاب سے پہلے ہی؟ ان کا جواب ہوگا: ہاں، فرشتے پوچھیں گے: تم کون لوگ ہو؟ ان کا جواب ہوگا: ہم فضیلت کے حاملین ہیں، فرشتے پوچھیں گے: تمہاری فضیلت کیا ہے؟ وہ جواب دیں گے:

إِذَا جُهِلَ عَلَيْنَا حَلُمْنَا وَإِذَا ظُلِمْنَا صَبَرْنَا وَإِذَا أُسِيئَ إِلَيْنَا عَفَوْنَا.

ہمارے ساتھ جب بھی جاہلانہ حرکت کی جاتی تھی ہم بردباری سے کام لیتے تھے، ہم پر جب بھی ظلم کیا جاتا تھا ہم صبر کرتے تھے، اور ہمارے ساتھ جب بھی بدسلوکی کی جاتی تھی ہم معاف کردیا کرتے تھے۔ (العفو والتسامح: ماجد ایوب: ۵۶)

(۲۶) امام ابوحاتمؒ کی نصیحت

امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: ''صاحب عقل کی ذمہ داری ہے کہ کوئی بدسلوکی کرے تو اسے بہر حال معاف کردیا کرے، ایسا اللہ کی طرف سے معافی کی امید میں کرنا چاہئے، انتقام لینے والے کو بعد میں ندامت کا سامنا ہوتا ہے، مگر معاف کرنے والا کبھی شرمسار نہیں ہوتا، اس لئے ہر صاحب عقل کو عفوودرگذر کی عادت پختہ کرنی چاہئے، اور برائی کا بدلہ لینے سے بچنا چاہئے، برائی کے خاتمے کی سب سے مؤثر تدبیر عفوواحسان ہے، جب کہ بدلہ وانتقام سے برائی کا خاتمہ نہیں ہوتا، اضافہ کا امکان رہتا ہے''۔ (روضۃ العقلاء: ۱۶۶-۱۶۸ ملخصاً)

مزید فرماتے ہیں: ''جو بے شمار اجر کا طالب ہو، لوگوں کی محبتوں کا آرزومند ہو، لوگوں کی زبانوں پر اپنا ذکر خیر پسند کرتا ہو، تو اسے لوگوں کی بدسلوکیوں کے کڑوے گھونٹ جامِ شیریں کی طرح پینے پڑتے ہیں، اور اس حدیث پر مکمل عمل پیرا ہونا پڑتا ہے جس میں قطع رحمی کرنے والوں سے صلہ رحمی، محروم رکھنے والوں کو نوازنے، جاہلانہ حرکت کرنے والوں کے ساتھ حلم وبردباری اور ظالموں کو معاف کرنے کا حکم آیا ہے، واقعہ یہی ہے کہ یہی سب سے بہتر اخلاقی کردار ہوتا ہے''۔(ایضاً)

''کینہ اور کپٹ سے سب سے زیادہ محفوظ وہی شخص رہتا ہے جو انتقامی نفسیات سے اپنے کو پاک رکھتا ہے، تمام لوگوں میں سب سے بلند مقام وہ شخص ہے جو جاہلانہ حرکتوں کا جواب عفوودرگذر سے دیتا ہو، اصل فضیلت اسی کو ملتی ہے جو بدسلوکی کرنے والے کے ساتھ اچھا سلوک رکھے''۔(ایضاً)

(۲۷) حضرت ایوب سختیانیؒ کا قول

حضرت ایوب سختیانیؒ کا قول ہے:

لا یَنبُلُ الرَّجُلُ حَتَّی یَکُونَ فِیهِ خَصلَتَانِ: اَلعِفَّةُ عَمَّا فِیْ أَیدِیْ النَّاسِ، وَالتَّجَاوُزُ عَنهُم. (روضة العقلاء: ١٥٤)

کوئی آدمی اس وقت تک معزز نہیں ہوتا جب تک اس میں دو عادتیں پیدا نہ ہوجائیں (۱) دوسروں کے پاس موجود چیزوں سے بے نیازی، (۲) دوسروں سے عفوودرگذر۔

(۲۸) حضرت بلال بن علاء باہلیؒ کا طرز عمل

حضرت بلال بن علاء باہلیؒ کا قول ہے:

جَعَلتُ عَلَی نَفسِیْ مُنذُ أَکثَرَ مِنْ عِشرِینَ سَنَةً أَلَّا أُکَافِیَ

أَحَدًا بِسُوْءٍ، وَذَهَبْتُ إِلَى هَذِهِ الْأَبْيَاتِ:

لَمَّا عَفَوْتُ وَلَمْ أَحْقِدْ عَلَى أَحَدٍ
أَرَحْتُ قَلْبِيْ مِنْ غَمِّ الْعَدَاوَاتِ
إِنِّي أُحَيِّيْ عَدُوِّيْ عِنْدَ رُؤْيَتِهِ
لِأَدْفَعَ الشَّرَّ عَنِّيْ بِالتَّحِيَّاتِ
وَأُظْهِرُ الْبِشْرَ لِلْإِنْسَانِ أُبْغِضُهُ
كَأَنَّمَا قَدْ حَشَا قَلْبِيْ مَحَبَّاتِ

(روضة العقلاء: ١٥٦)

میں نے بیس سال سے زائد عرصے سے اپنے ذمہ یہ لازم کر رکھا ہے کہ میں کسی کی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دوں گا، میں نے ان اشعار کو پیش نظر رکھا ہے: جب میں معاف کر دیتا ہوں اور کسی سے کینہ نہیں رکھتا تو اپنے دل کو عداوتوں کی گھٹن سے راحت دے دیتا ہوں، میں اپنے دشمن کو دیکھتا ہوں تو اسے سلام کرتا ہوں تاکہ سلام کے ذریعے اس کے شر کا دفعیہ کروں، میں اس انسان کے سامنے بشاشت اور خوشی کا اظہار کرتا ہوں جو میرا دشمن ہوتا ہے، میں ایسا تاثر دیتا ہوں کہ میرا دل اس کی محبتوں سے لبریز ہے۔

(۲۹) سچی مثال

مہلب بن ابی صفرہ سے دریافت کیا گیا:

مَا تَقُوْلُ فِيْ الْعَفْوِ وَالْعُقُوْبَةِ؟

معافی اور انتقام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ان کا جواب تھا:

هُمَا بِمَنْزِلَةِ الْجُوْدِ وَالْبُخْلِ فَتَمَسَّكْ بِأَيِّهِمَا شِئْتَ. (أدب الدنيا والدين للماوردي: ٣٤٩)

یہ دونوں سخاوت اور بخل کی طرح ہیں، لہذا دونوں میں سے جسے چاہو تھام لو۔

(۳۰) اہل علم وحکمت کے فکر انگیز اقوال

(۱) **لَيْسَ الْحَلِيْمُ مَنْ ظُلِمَ فَحَلُمَ حَتَّى إِذَا قَدَرَ إِنْتَقَمَ، وَلٰكِنَّ الْحَلِيْمَ مَنْ ظُلِمَ فَحَلُمَ، حَتَّى إِذَا قَدَرَ عَفَا.** (قواعد نبوية: ٢٣٣)

اصل حلیم و بردبار وہ نہیں ہے جس پر ظلم کیا جائے تو وہ حلم سے کام لے یہاں تک کہ جب قابو ملے تو ظالم سے انتقام لے لے، بلکہ اصل حلیم و بردبار وہ ہے جس پر ظلم کیا جائے تو حلم سے کام لے یہاں تک کہ جب قابو مل جائے تو ظالم کو معاف کردے۔

(۲) کسی عالم سے پوچھا گیا:

مَا هُوَ خَيْرٌ مِنَ الْإِنْصَافِ؟

انصاف سے بہتر چیز کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

اَلْعَفْوُ. معاف کردینا۔ (موسوعۃ الاخلاق: ۳۰/۲۹)

(۳) یہ بھی کہا گیا ہے:

اَلْعَفْوُ زَكٰوةُ النَّفْسِ.

معاف کردینا نفس کی زکوۃ اور پاکی ہے۔ (ایضاً)

(۴) **أَشْرَفُ الثَّأْرِ الْعَفْوُ.**

سب سے بہتر انتقام معاف کردینا ہے۔

(۵) مَنْ عَفَا سَادَ وَ مَنْ حَلُمَ عَظُمَ.

معاف کرنے والا سردار اور حلم و بردباری اختیار کرنے والا عظیم بن جاتا ہے۔

(٦) فِی الْعَفْوِ لَذَّةٌ لاَنجِدُهَا فِی الإِنْتِقَامِ.

معاف کردینے میں وہ لذت ہے جو ہم کو انتقام میں نہیں مل سکتی۔

(۷) لَذَّةُ الإِنْتِقَامِ لاتَدُوْمُ إِلَّا لَحْظَةً، أَمَّا الرِّضَا الَّذِیْ یُوَفِّرُهُ الْعَفْوُ فَیَدُوْمُ اِلَی الأَبَدِ.

انتقام کی لذت صرف ایک لمحے کی ہوتی ہے جب کہ عفو ودر گذر کے نتیجے میں حاصل ہونے والی خوشی اور طمانینت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

(۸) اَلتَّسَامُحُ زِیْنَةُ الْفَضَائِلِ.

چشم پوشی اور عفو ودر گذر تمام خوبیوں اور کمالات کی زینت ہے۔

(۹) اَلتَّسَامُحُ هُوَ أَکْبَرُ مَرَاتِبِ الْقُوَّةِ، وَحُبُّ الإِنْتِقَامِ هُوَ أَوَّلُ مَظَاهِرِ الضُّعْفِ.

چشم پوشی اور عفو ودر گذر طاقت وقوت کا سب سے بڑا درجہ ہے جب کہ انتقام کی محبت کمزوری کا سب سے اولین نمونہ ہے۔

(۱۰) أَعْظَمُ هَدِیَّةٍ یُمْکِنُ أَنْ تُقَدِّمَهَا لِنَفْسِکَ، أَنْ تُسَامِحَ الْجَمِیْعَ.

آپ اپنے لئے سب سے بیش قیمت جو تحفہ منتخب کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ تمام لوگوں کے ساتھ چشم پوشی اور عفو ودر گذر کا معاملہ رکھیں۔

(۱۱) إِذَا لَمْ تُسَامِحِ الآخَرِیْنَ لا تَتَوَقَّعْ مِنْهُمْ أَنْ یُسَامِحُوْکَ.

اگر تم دوسروں کے ساتھ چشم پوشی اور عفو ودر گذر کا معاملہ نہیں رکھتے تو تم لوگوں سے یہ توقع مت رکھو کہ وہ تمہارے ساتھ چشم پوشی اور عفو ودر گذر کا معاملہ رکھیں گے۔

(۱۲) لَذَّةُ الْعَفْوِ أَطْيَبُ مِنْ لَذَّةِ التَّشَفِّى لأَنَّ لَذَّةَ الْعَفْوِ يَلْحَقُهَا حَمْدُ الْعَاقِبَةِ، وَلَذَّةُ التَّشَفِّى يَلْحَقُهَا ذُلُّ النَّدَمِ.

(مستفاد از: العفو والتسامح: ماجد ایوب: ٤٦)

معاف کردینے کی لذت انتقام کی لذت سے کہیں بہتر ہے، اس لئے کہ معاف کردینے کی لذت کے ساتھ خوش گوار انجام ملا ہوا ہوتا ہے، اور انتقام کی لذت کے ساتھ شرمندگی کی ذلت ملی ہوئی ہوتی ہے۔

(۱۳) أَحْسَنُ الْمَكَارِمِ عَفْوُ الْمُقْتَدِرِ وَجُودُ الْمُفْتَقِرِ.

(ادب الدنیا والدین:۳۰۹)

سب سے بہتر واعلیٰ اخلاقی کردار قابو یاب کا معاف کردینا اور نادار کی سخاوت ہے۔

(۱۴) مَاذَبَّ عَنِ الأَعْرَاضِ كَالصَّفْحِ وَالإِعْرَاضِ. (ایضاً)

معاف کردینے اور اعراض وچشم پوشی سے بڑھ کر انسان کی آبرو کا دفاع اور تحفظ کرنے والی چیز کوئی اور نہیں۔

(۱۵) عربی کا مقولہ ہے:

إِذَا مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ. (الأمثال لأبن سلام:١٥٤)

جب تمہیں قابو مل جائے تو اچھا سلوک کرو۔

(۱۶) اَلتَّزَيُّنُ بِالْعَفْوِ خَيْرٌ مِنَ التَّقَبُّحِ بِالإِنْتِقَامِ. (نضرة النعيم: ٤٠١٥/٩)

معافی کی زینت انتقام کی برائی سے کہیں بہتر ہے۔

(۱۷) إِذَا انْتَقَمْتَ مِمَّنْ هُوَ دُونَكَ فَلا تَأْمَنْ أَنْ يَنْتَقِمَ مِنْكَ مَنْ هُوَ فَوْقَكَ. (ایضاً)

اگر تم اپنے سے کمتر سے انتقام لیتے ہو تو اس سے بےفکر مت رہو کہ جو تم سے برتر ہوگا وہ تم سے انتقام لے کر رہے گا۔

(۳۱) سکندر کا قول

مشہور فاتح وحکمران سکندر سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کو سب سے زیادہ کیا پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: ''اپنے محسن کو اس کے احسان سے کہیں زیادہ بہتر بدلہ دینا اور اپنے دشمن پر قابو پانے کے بعد اسے معاف کر دینا''۔ (العفو والتسامح:۴۶)

(۳۲) حکیم الامتؒ کا ملفوظِ حکمت

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ملفوظ ہے:

مجھے اگر کسی سے ایذا یا تکلیف پہنچتی ہے تو ناگواری تو بہت ہوتی ہے، مگر ضبط کر لیتا ہوں اور اس کے خلاف دل میں کبھی انتقامی جذبہ پیدا نہیں ہوتا، اور نہ اس کے لئے بد دعا کرنے کو جی چاہتا ہے، بلکہ عقل کو غالب کر کے اس کو معاف ہی کر دیتا ہوں۔ (مآثر حکیم الامت:۹۹-۱۰۰)

(۳۳) مؤثر نصیحت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنی مجلس میں فرمایا:

آدمی کو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ دوسرے ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں، بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ مجھے شریعت، عرف وعقل وقرابت کے اعتبار سے کیا معاملہ کرنا چاہئے۔

بدی را بدی سہل باشد جزاء
اگر مردی احسن الی من اساء

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا، بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے''، حدیث میں آیا ہے ''رشتہ جوڑ و جو تم سے رشتہ کاٹے اور جو تم پر ظلم کرے اس سے درگذر کرو اور جو برائی کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو''، ایک حدیث میں ہے کہ رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلے کے طور پر رشتہ جوڑتا ہے بلکہ

وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو اس کو جوڑے، ہمارے بزرگوں نے قرآن وحدیث سے مستنبط کر کے جو بات دو فقروں میں فرمادی ہے اس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں چین حاصل ہوگا، اگر کوئی شخص تم کو گالیاں دے رہا ہے، تمہاری غیبتیں کررہا ہے، وہ تمہیں اپنی نیکیاں دے رہا ہے، اگر اس کے پاس اتنی نیکیاں نہیں ہیں تو تمہارے گناہ اپنے سر لے رہا ہے۔ (صحبتے با اولیاء: مرتبہ: حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب: ١١٥)

(٣٤) عفو ودر گذر کی برکت

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

جو انسان دشمن کو معاف کرنے کا ظرف ومزاج رکھتا ہے، اسے سیادت وعظمت کا مقام مل کر رہتا ہے، لوگوں کے دل اس کی عقیدت واحترام سے لبریز ہوتے ہیں اور ہر لمحہ اس کی عزت اور وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۴/١٣٣)

(٣٥) عفو ودر گذر کا انعام

علامہ سعدیؒ فرماتے ہیں:

قولی اور عملی بدسلوکی کرنے والوں کے جرم معاف کردینے میں ذلت کا واہمہ نہیں آنا چاہئے، یہی عین عزت کی بات ہے، معاف کرنے والے کو خلق خدا کی تحسین و توصیف ملتی ہے، اس کی برکت سے مخالف کی عداوت ختم ہوکر حسن تعلق میں تبدیل ہوتی ہے، لوگ اپنے قول وعمل سے ایسے شخص کے مددگار ہوجاتے ہیں، اور اللہ کا معاملہ اس کے کردار کے تناسب سے یہ ہوتا ہے کہ اس نے دوسرے کو معاف کیا تو اللہ اسے معاف فرمادیتا ہے۔ (قواعد نبویۃ: ٢٣١)

باب چهارم:

منتخب عربی اشعار

(۱) امام شافعیؒ کا شعر ہے:

لَمَّا عَفَوْتُ وَلَمْ أَحْقِدْ عَلَىٰ أَحَدٍ
أَرَحْتُ نَفْسِي مِنْ ظُلْمِ الْعَدَاوَاتِ

جب میں معاف کر دیتا ہوں اور کسی سے کینہ نہیں رکھتا، تو میں اپنے آپ کو عداوتوں کے ظلم سے راحت دے دیتا ہوں۔

(۲) مزید فرماتے ہیں:

قَالُوْا سَكَتَّ وَقَدْ خُوصِمْتَ قُلْتُ لَهُمْ
إِنَّ الْجَوَابَ لِبَابِ الشَّرِّ مِفْتَاحُ
فَالْعَفْوُ عَنْ جَاهِلٍ أَوْ أَحْمَقٍ شَرَفٌ
وَفِيهِ أَيْضًا لِصَوْنِ الْعِرْضِ إِصْلَاحُ
إِنَّ الْأُسُوْدَ لَتُخْشَىٰ وَهِيَ صَامِتَةٌ
وَالْكَلْبُ يُخْشَىٰ وَيُرْمَىٰ وَهُوَ نَبَّاحُ

میرے احباب کہتے ہیں کہ تم سے مخالف جھگڑ رہا ہے اور بکواس کر رہا ہے پھر بھی تم خاموش ہو، میں ان سے کہتا ہوں کہ میرا جواب شر کے دروازے کو کھول دے گا، جاہل یا احمق کو معاف کر دینا ہی شرافت ہے اور اسی میں اپنی آبرو کی حفاظت اور اس کی اصلاح ہے، شیر چپ رہتے ہیں مگر ان سے سب

ڈرتے ہیں اور کتا بھونکتا رہتا ہے اور اسے ڈھیلے اور پتھر پڑتے رہتے ہیں۔

(۳) منصور بن محمد کا شعر ہے:

سَأُلْزِمُ نَفْسِی الصَّفْحَ عَنْ کُلِّ مُذْنِبٍ
وَإِنْ کَثُرَتْ مِنْهُ إِلَیَّ الْجَرَائِمُ

میں ہر قصوروار کا قصور معاف کر دینا اپنے اوپر لازم سمجھوں گا، اگرچہ اس کی طرف سے میرے خلاف مظالم کی کثرت کیوں نہ ہو جائے۔

(۴) کسی نے بجا کہا ہے:

إِذَا کُنْتُ لا أَعْفُوْ عَنِ الذَّنْبِ مِنْ أَخٍ
وَقُلْتُ أُکَافِیْهِ فَأَیْنَ التَّفَاضُلُ

اگر میں اپنے بھائی کا قصور معاف نہ کروں اور یہ کہوں کہ میں تو اس سے بدلہ لوں گا تو پھر میری کیا فضیلت اور برتری رہ جائے گی؟

(۵)

إِذَا اعْتَذَرَ الْجَانِیْ مَحَا الْعُذْرُ ذَنْبَهُ
وَکَانَ الَّذِیْ لا یَقْبَلُ الْعُذْرَ جَانِیَا

جب قصوروار معافی مانگ لیتا ہے تو یہ عمل اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے اور معافی قبول نہ کرنے والا قصوروار ہو جاتا ہے۔

(۶)

أَنَا الْمُذْنِبُ الْخَطَّاءُ وَالْعَفْوُ وَاسِعٌ
وَلَوْ لَمْ یَکُنْ ذَنْبٌ لَمَا عُرِفَ الْعَفْوُ

میں گنہگار، بڑا خطا کار ہوں، اور معافی کا دروازہ بہت کشادہ ہے، اگر قصور نہ ہوتا تو معافی کی اہمیت معلوم نہ ہوتی۔

(۷)

إِذَا كُنْتَ تَرْجُو فِي الْعُقُوبَةِ رَاحَةً
فَلَا تَزْهَدَنْ عِنْدَ الْمُعَافَاةِ فِي الْأَجْرِ

اگر تم کو سزا دینے میں راحت ملنے کی امید ہے تو معاف کرنے کی صورت میں ملنے والے اجر وثواب کو ہر گز حقیر مت سمجھو۔

(۸) محمد بن عبداللہ بن زنجی البغدادی کے اشعار ہیں:

إِذَا اعْتَذَرَ الصَّدِيْقُ إِلَيْكَ يَوْمًا
مِنَ التَّقْصِيْرِ عُذْرَ أَخٍ مُقِرُ
فَصُنْهُ عَنْ جَفَاءِكَ وَاعْفُ عَنْهُ
فَإِنَّ الصَّفْحَ شِيْمَةُ كُلِّ حُرُ

جب تمہارا کوئی دوست اپنی کسی کوتاہی پر تمہارے سامنے اعتراف کرنے والے شخص کی معذرت کی طرح عذر پیش کرے تو تم اسے اپنی بدسلوکی سے محفوظ رکھو، اور اسے معاف کردو، اس لئے کہ معاف کردینا ہر شریف آدمی کی خصلت ہوتی ہے۔

انہیں کا شعر ہے:

هَبْنِيْ أَسَأْتُ وَكَانَ جُرْمِيْ
مِثْلَ جُرْمِ أَبِيْ لَهَبْ
فَأَنَا أَتُوْبُ كَمَا أَسَأْ
تُ وَكَمْ أَسَأْتَ فَلَمْ تَتُبْ

فرض کرلو کہ میں نے جرم کیا ہے، اور میرا جرم ابولہب کے جرم کی طرح ہے، لیکن میں نے جیسے جرم کیا تھا ویسے ہی توبہ کرر ہا ہوں، تم یہ دیکھو کہ تم نے کتنی بار جرم کئے ہیں مگر توبہ نہیں کی۔

(۹) علی محمد البامی کے اشعار ہیں:

فَهَبْنِی مُسِيْئًا كَالَّذِیْ قُلْتَ ظَالِمًا
فَعَفْوٌ جَمِيْلٌ كَیْ يَكُوْنَ لَكَ الْفَضْلُ
فَإِنْ لَمْ أَكُنْ لِلْعَفْوِ مِنْكَ لِسُوْءِ مَا
أَتَيْتُ بِهِ أَهْلاً فَأَنْتَ لَهُ أَهْلُ

فرض کرلو کہ میں تمہارے کہنے کے مطابق مجرم وظالم ہوں، لیکن تم خوبصورتی سے درگذر کرو، تاکہ تمہیں برتری حاصل ہوجائے، اور اگر میں اپنے برے کردار کی وجہ سے تمہاری طرف سے معافی کا اہل نہیں ہوں تو تم تو معاف کرنے کے بجاطور پر اہل ہو۔

(۱۰) کسی شاعر کا شعر ہے:

أَتَيْتُكَ تَائِبًا مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ
وَخَيْرُ النَّاسِ مَنْ أَخْطَا فَتَابَا
أَلَيْسَ اللّٰهُ يُسْتَعْفَىٰ فَيَعْفُوْ
وَقَدْ مَلَكَ الْعُقُوْبَةَ وَالثَّوَابَا

میں تمہارے پاس ہر گناہ سے توبہ کرکے آیا ہوں، سب سے بہتر انسان وہ ہے جو خطا کرنے کے بعد توبہ کرلے، کیا اللہ سے معافی نہیں مانگی جاتی؟ پھر وہ تو معاف کردیتا ہے، حالانکہ وہ سزا اور ثواب سب کا مالک ہے۔

(۱۱) محمد بن اسحاق الواسطی کے اشعار ہیں:

عَصَیْتُ وَتُبْتُ کَمَا قَدْ عَصَی
وَتَابَ إِلَی رَبِّهِ آدَمُ
فَقُلْ قَوْلَ یُوسُفَ: لا تَثْرِبًا
لَکُمْ یَغْفِرُ الْغَافِرُ الرَّاحِمُ

میں نے قصور کیا اور توبہ بھی کرلی جیسے حضرت آدم نے قصور کے بعد اپنے رب سے توبہ کرلی تھی، لہٰذا تم حضرت یوسف کی طرح یہ کہو: تم پر کوئی ملامت ومواخذہ نہیں ہے، تمہیں رحم کرنے والا مغفرت فرمانے والا رب معاف فرمادے۔

باب پنجم:

سیرت نبویہ ﷺ کے روشن نمونے

فتح مکہ اور سرداران قریش

''دشمن کو معاف کر دینا عزتوں کا ضامن ہوتا ہے'' اس نبوی اصول کا سب سے تابناک نبوی نمونہ فتح مکہ کا واقعہ ہے، کتب سیرت میں مذکور ہے کہ ۲۰؍رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۱۱؍جنوری ۶۳۰ء جمعہ کا دن تھا، کاروانِ حق جو ۱۰؍سال قبل مکہ سے مظلومیت کے عالم میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوا تھا، اب فاتحانہ مکہ میں داخل ہوا ہے، مگراس داخلے میں شاہانہ غرور وتمکنت اور جذبۂ انتقام وقتل کے بجائے تواضع، انکسار اور محبت کے عکس نمایاں تھے، آپ ﷺ بیت اللہ کے دروازے پر خطبہ دے رہے تھے، حرم کے صحن میں جہاں آپ ﷺ کو گالیاں دی گئی تھیں، نجاستیں پھینکی گئی تھیں، ظلم کیا گیا تھا، قریش کے تمام سردار مؤدبانہ کھڑے ہیں، ان میں وہ بھی ہیں جو اسلام کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، وہ بھی ہیں جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر پھینکے تھے، آپ ﷺ کے رخ انور پر تھوکا تھا، آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے، آپ ﷺ پر تلواریں چلائی تھیں، آپ ﷺ کے عزیز اصحاب کا خون ناحق کیا تھا، ان کے سینے چاک کئے تھے، ان کے دل وجگر کے ٹکڑے کئے تھے، ان کو جلتی ریت پر لٹایا تھا، دہکتے کوئلوں سے ان کا جسم داغا تھا، نیزوں سے ان کا بدن چھیدا تھا، یہ سب سر جھکائے کھڑے ہیں، آپ ﷺ ان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

مَا تَرَوْنَ أَنِّی فَاعِلٌ بِکُمْ؟

تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟

بس اسی ایک سوال نے ان ظالموں کے سامنے گذشتہ تیرہ سالہ مکی زندگی کا پورا منظر رکھ دیا تھا، انہوں نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا:

خَيْرًا، أَخٌ كَرِيمٌ وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ.

ہم آپ سے بھلائی ہی کی امید رکھتے ہیں، آپ کریم النفس ہیں اور کریم زادے ہیں۔

آقا ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا:

إِذْهَبُوا فَانْتُمُ الطُّلَقَاءُ لا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ.

جاؤتم سب آزاد ہو، اب تم پر کوئی الزام وگرفت نہیں۔

یک لخت سب کو معاف کردیا۔ (دلائل النبوۃ: للبیہقی: ۵/ ۵۸، طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۴۱)

یہ ہے دشمنوں سے پیار، یہ ہے کانٹوں کا جواب پھولوں سے، سچ کہا کہنے والے نے ؎

سلام اس پر کہ دشمن کو حیات جاوداں دے دی
سلام اس پر ابوسفیاں کو جس نے اماں دے دی
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

معافی کے اس اعلانِ عام نے دشمنوں کے دل نرم کردئے، ان کے دماغ حق کے لئے مسخر ہونے لگے، نہ جانے کتنے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔

فتح مکہ تاریخ اسلام کا بے مثال اور ناقابل فراموش واقعہ ہے، اس دن اللہ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی اور وقار بخشا، کفر اور شرک کو کاری ضرب لگی، بیت اللہ میں اللہ کا کلمہ گونجنے لگا اور مشرکین سے اللہ کے گھر کو آزاد کیا گیا، اور پھر اس دن عفوودرگذر کے ایسے نمونے قائم ہوئے کہ تاریخ ان کو دہرانے سے عاجز وقاصر ہے۔

فتح مکہ پیغمبرانہ ''خلق عظیم'' کا معجزاتی نمونہ ہے اوراس کا سب سے بڑا پیغام عفوودرگذر کا پیغام ہے، تمام جانی دشمنوں کو نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے معاف کردیا؛ بلکہ ایک نگاہِ خشمگیں بھی ان پر نہیں ڈالی، پھران کو مسلمان ہونے پر بھی مجبور نہیں کیا، دنیا کی تاریخ مفتوحین کے ساتھ ایسے حسن سلوک اور عفوودرگذر کی کوئی مثال پیش نہیں کرسکتی۔

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو دہشت گردی اور تشدد کی طرف منسوب کرنے والے معاندین اسلام اگر صرف فتح مکہ ہی کی مثال سامنے رکھیں، توان کی غلط فہمیاں دور ہوسکتی ہیں، رحمت عالم ﷺ نے اپنی شانِ رحمت سے دلوں اوردماغوں کو مسخر کرلیا تھا، اور ع

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی بن حرب

فتح مکہ کے بعد بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی بن حرب پیش ہوا، یہ فتح مکہ کے دن طائف کی طرف بھاگ گیا تھا، اپنے خاندان کے گروہ کے ساتھ اس حال میں پیش ہوا کہ کلمہ طیبہ کا ورد زبان پر جاری تھا، یہ پناہ اورامان کا طالب تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وحشی آیا ہے؟ عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ ﷺ، ارشاد ہوا: ذرا بتاؤ تم نے میرے پیارے چچا کو کیسے شہید کیا تھا؟ جب اس نے قصہ بیان کیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے، ارشاد ہوا: وحشی! اپنے چہرے کو مجھ سے دور کرلو۔

چچا کے ساتھ شدید محبت کے باوجود نبیٔ رحمت ﷺ نے اپنے چچا کے قاتل کے اسلام کو قبول کیا اوراس کو معاف کردیا، کیا تاریخ نے عفوودرگذر کی ایسی بھی مثال دیکھی ہے؟ (سنہرے اوراق:۲۱۸)

ہند بنت عتبہ

اس روز عورتیں بھی اسلام قبول کرنے لئے آئیں، انہیں میں چھپتے ہوئے ہند بنت عتبہ تھی، اس کے قتل کا حکم بھی صادر ہوچکا تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کے ساتھ اس کا سلوک

اور خود رسول اللہ ﷺ کو ہر وقت تکلیف دینا، ایذا پہنچانا اسکا مقصد حیات تھا، جرم بڑا بھیانک اور خوفناک تھا مگر اس کا اسلام بھی قبول ہوا، انسانی تاریخ میں عفو ودرگذر کی ایک اور مثال قائم ہوئی جس کا جواب رہتی دنیا تک نہیں مل سکتا۔

ہند بنت عتبہ عفو ودرگذر کے اس واقعے سے اتنی متاثر ہوئی کہ کفر وشرک اور بتوں سے اس کی محبت کا طلسم پاش پاش ہوگیا، بتوں کے بارے میں فریب ختم ہوا، اسلام کی دولت سے مالا مال ہوکر گھر واپس گئی۔ (سنہرے اوراق:۲۱۹)

عکرمہ بن ابی جہل

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ فتح مکہ کے موقع پر ڈر کے مارے یمن بھاگ گئے تھے، بیوی کی فرمائش پر ڈرتے ڈرتے بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تھے، آپ ﷺ انتقام کیا لیتے، کھڑے ہوکر استقبال کیا اور مَرْحَبًا کہہ کر گلے سے لگایا، اور مزید کرم یہ فرمایا کہ مسلمانوں کو بلاوجہ ابوجہل کو برا کہنے اور کوسنے سے روک دیا اور فرمایا کہ یہ مناسب نہیں کہ ایک کافر باپ کی وجہ سے اس کے مسلمان بیٹے کو ایذا پہنچائی جائے۔ (سیر اعلام النبلاء:۱/۳۲۳، السیرۃ النبویۃ: ڈ/ صلابی:۲/۵۴۱)

کلید کعبہ اور نبوی اخلاق

مکہ کی فتح کے بعد کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ کو آپ ﷺ نے بلایا اور چابی لانے کا حکم دیا، یہی عثمان بن طلحہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے پہلے اس سے بیت اللہ کی چابی مانگی تھی تو حالت یہ تھی کہ اس نے آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی کی اور کنجی دینے سے انکار کردیا، لیکن آپ ﷺ نے نہایت صبر سے کام لیا اور فرمایا:

لَعَلَّکَ سَتَرَی هٰذَا الْمِفْتَاحَ یَوْمًا بِیَدِیْ أَضَعُهُ حَیْثُ شِئْتُ.

عنقریب ایک دن تو یہ چابی میرے ہاتھ میں دیکھے گا اور پھر میں جسے چاہوں گا، دے دوں گا۔

اس وقت عثمان نے کہا تھا: اگر ایسا دن آیا تو وہ قریش کی ہلاکت اور ذلت کا دن ہوگا، آپ ﷺ نے اسے جواباً فرمایا تھا:

بَلْ عَمُرَتْ وَعَزَّتْ يَوْمَئِذٍ. (المغازی للواقدی:۲/ ۲۶۷)

بلکہ وہ قریش کی آبادکاری اور عزت ورفعت کا دن ہوگا۔

آج عثمان کو وہ دن اور وہی منظر یاد آ رہا تھا، آج وہ اپنے روبرو آپ ﷺ کے الفاظ کو روزِ روشن کی طرح حقیقت کی شکل میں ڈھلتا دیکھ رہا تھا، آج وہ بوجھل قدموں سے نہایت ندامت کے ساتھ اپنی ماں کے پاس چابی مانگنے گیا، ماں نے پہلے تو چابی دینے سے تعرض کیا، پھر اسے چابی دے دی، عثمان نے وہ چابی لا کر رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر رکھ دی، آپ ﷺ نے بیت اللہ کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور سیدنا عمر بن خطاب ؓ کو تاکید فرمائی کہ وہ بیت اللہ میں داخل ہوکر ہر تصویر مٹا ڈالیں، جب تک تمام تصویروں کا نام ونشان نہیں مٹا، آپ ﷺ نے بیت اللہ کے اندر قدم نہیں رکھا۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا: ۹/ ۱۶۱-۱۶۲)

پھر آپ ﷺ نے اپنے خطبے میں عام معافی کا اعلان کیا جس کا ذکر ہو چکا ہے، پھر آپ مسجد میں تشریف فرما ہوئے، کعبہ کی کنجی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی، اس وقت سیدنا علی بن ابی طالب ؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کنجی ہمیں عطا فرما دیں تاکہ سقایت و حجابت اکٹھے ہو جائیں، یعنی لوگوں کو زم زم کا پانی پلانے کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کی دربانی کا شرف بھی ہمیں حاصل ہو جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيْنَ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ؟

عثمان بن طلحہ کہاں ہے؟

عثمان کو بلایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هَاكَ مِفْتَاحَكَ يَا عُثْمَانُ! اَلْيَوْمُ يَوْمُ بِرٍّ وَوَفَاءٍ.

یہ لو اپنی چابی اے عثمان! آج نیکی اور ایفائے عہد کا دن ہے۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

خُذُوهَا يَا بَنِى أَبِي طَلْحَةَ تَالِدَةً خَالِدَةً، لا يَنْزِعُهَا مِنكُمْ أَحَدٌ إِلَّاظَالِمٌ.

اے ابوطلحہ کی اولاد! یہ چابی ہمیشہ کے لئے لے لو، اسے صرف کوئی ظالم ہی تم سے چھینے گا۔

اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعاً بَصِيراً.

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کردو، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔

اس دن سے آج تک بیت اللہ کی چابی بنوشیبہ ہی کے پاس چلی آرہی ہے اور اللہ کے حکم سے قیامت تک اُنہیں کی تحویل میں رہے گی۔ (ایضاً:۱۶۶-۱۶۷)

ہجرت سے قبل عثمان بن طلحہ کے ظالمانہ کردار کا تقابل فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کے جوابی کردار سے کیجئے کہ نہ صرف یہ کہ آپ نے انہیں معاف کردیا بلکہ کلید کعبہ انہیں کے سپرد کردی اور ضمانت بھی دے دی کہ تا قیامت انہیں کی نسل میں یہ اعزاز جاری رہے گا، یہ آپ ﷺ کے ''خلق عظیم'' کی بہت تابندہ اور درخشندہ مثال ہے۔

نبوی اخلاق

سیرت نبوی ایسے بے شمار نمونوں اور مثالوں سے لبریز ہے، متعدد صحابہ کا بیان ہے کہ

آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا، اور سخت سے سخت بدکلامی اور بدسلوکی کرنے والوں کو معاف کرنے میں کبھی ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے:

مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ. (الترغيب والترهيب: الترغيب فى الرفق:۳/ ٤١٧)

حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی معاملے میں انتقام نہیں لیا۔

منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کی بدکلامیوں، سازشوں اور ایذا رسانیوں کے جواب میں آپ ﷺ نے ہمیشہ صبر، اعراض اور عفو سے کام لیا، اور اس کی موت کے بعد بھی اپنی قمیص مبارک اس کے کفن کے طور پر عنایت فرمائی، حالت نیند میں آپ پر تلوار سونتنے والے کو بھی آپ نے معاف کردیا، طائف میں آپ ﷺ پر بدترین ظلم ہوا تھا، اللہ کی طرف سے عذاب اتارنے کے لئے فرشتے بھی بھیجے گئے تھے، مگر آپ ﷺ نے ظالموں کو یک لخت معاف فرمادیا تھا، آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے ثمامہ بن اثال آئے، وہ پکڑے گئے، انہیں بھی آپ نے معاف کردیا، ایسی مثالیں بے شمار ہیں، آپ ﷺ نے امت کی تربیت انہیں خطوط پر کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا، اور اسی کی ایک کڑی یہ فرمان ہے جس میں ’’معاف کردینے کو عزت بڑھانے والا عمل‘‘ قرار دیا گیا ہے، اپنے مخالف اور بدسلوکی کرنے والے کو معاف کرنا، دوسروں کو عطا کرنے، ہدیہ وصدقہ دینے کے مرادف ہے، اور ظاہر ہے کہ اس سے عزت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ (قواعد نبویہ: د/عمر المقبل: ۲۳۱)

حضرت عطاء بن یسار نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے آپ ﷺ کے وہ اوصاف دریافت کئے جو توراۃ میں مذکور ہیں، انہوں نے توراۃ کے حوالے سے جو اوصاف ذکر کئے ان میں یہ بھی تھا:

وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ.

(بخاری: البیوع: باب كراهية السخب فى السوق:٢١٢٥)

اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کردیتے ہیں اور درگذر فرماتے ہیں۔

حضرت ابوعبداللہ جدلیؒ نے حضرت عائشہؓ سے اخلاق نبوی کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے، نہ ارادۃً فحش گوئی کرتے تھے، نہ بازاروں میں شوروغل کرتے تھے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف اور درگذر کردیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

یہ چند نمونے ذکر کئے گئے ہیں، ورنہ تو سیرت نبویہ میں حلم، عفو اور احسان کے نمونے اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے احاطے کے لئے ضخیم دفتر بھی ناکافی ہیں۔

باب ششم:

سلف کا کردار

سلف صالح کی سیرت کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ان کی زندگیاں انانیت، نفسانیت، ہواپرستی، جوش انتقام، منفی ردعمل اور نفرت کی آلودگیوں سے بالکل پاک صاف تھیں، اللہ رب العزت کی طرف سے ”نفرت کا جواب محبت سے، عداوت کا جواب عفوودگذر سے اور بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے“ دیے جانے کی جو قیمتی ہدایات دی گئی ہیں، ان کی صداقت پر انہیں ایسا سچا اور اٹوٹ یقین تھا کہ نفس کے ہزار حربے اور شیطان کے بے شمار ہتھکنڈے مل کر بھی اس یقین میں ادنیٰ رخنہ نہیں ڈال سکتے تھے، سلف کی تاریخ میں ایسے نمونے ہزاروں سے بھی متجاوز ہیں، چند نمایاں نمونوں کو یہاں پیش کیا جاتا ہے:

(۱) یوسفی کردار

قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ذکر ہوا ہے کہ ان کے بھائیوں نے ان کے ساتھ حسد اور عداوت کا معاملہ کیا، ان کے قتل کا ارادہ کیا، ان کو ہولناک جنگل کے تاریک کنویں میں ڈال دیا، لیکن اللہ نے ان کی حفاظت کی، پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی حکومت میں اہم منصب پر فائز ہوئے، اور اس دوران جب ان کی ملاقات اپنے بھائیوں سے ہوئی اور حقیقت منکشف ہوئی، اور بھائیوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بلاتردد انہیں معاف کردیا اور فرمایا:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ.

(یوسف:۹۲)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کردار

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے برا کہا، آپ نے اس کے جواب میں اس کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کیا، دیکھنے والا بڑا حیران ہوا اور پوچھنے لگا: حضرت! اس نے آپ کے ساتھ اتنی بدتمیزی کی اور آپ اس کے ساتھ اتنے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے، آپ نے فرمایا:

كُلُّ إِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ.

ہر برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو کچھ برتن میں موجود ہوتا ہے۔

اس کے اندر شر تھا، شر ہی نکلا، اور اگر ہمارے اندر اللہ نے خیر ڈالی ہے تو ہم خیر ہی کی بات کریں گے۔ (جواہرات فقیر: ۱۸/۱۲۰)

(۳) حضرت ذوالقرنین رحمہ اللہ کی خصوصیات

منقول ہے کہ ایک عیسائی پادری اموی بادشاہ ہشام بن عبدالملک کے پاس آیا، ہشام نے پوچھا: کیا ذوالقرنین نبی تھے؟ پادری نے جواب دیا کہ وہ نبی تو نہیں تھے مگر انہیں چار پیغمبرانہ خصلتوں سے نوازا گیا تھا:

كَانَ إِذَا قَدَرَ عَفَا، وَإِذَا وَعَدَ وَفَىٰ، وَإِذَا حَدَّثَ صَدَقَ، وَلا يَجْمَعُ شُغُلَ الْيَوْمِ لِغَدٍ. (نضرة النعيم: ۷/۲۹۰۹)

(۱) انہیں جب قدرت ملتی تھی معاف کر دیتے تھے، (۲) جب وعدہ کرتے تھے وفا کرتے تھے، (۳) جب بولتے تھے سچ بولتے تھے، (۴) آج کا کام کل پر نہیں ٹالتے تھے۔

(۴) حضرت عمر فاروقؓ کی وسیع الظرفی

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں جو غیر معمولی اقدامات فرمائے ان میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو افواج کی قیادت کے اہم منصب سے معزول کیا جانا بھی ہے، یہ معزولی مختلف اسباب وعوامل کی بنیاد پر کی گئی تھی جن میں سب سے اہم سبب امت کے عقیدۂ توحید کا مکمل تحفظ تھا، حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر حضرت خالد بن ولیدؓ کے چچازاد بھائی ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ نے حضرت عمرؓ کے سامنے بہت سخت اور نازیبا الفاظ میں اعتراض اور تبصرہ کیا اور یہ کہا: ''اے امیر المومنین! خدا کی قسم آپ نے ایسے شخص کو معزول کیا ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے مقرر فرمایا تھا، جو تلوار آپ ﷺ نے بے نیام کی تھی، آپؓ نے اسے نیام میں ڈال دیا، جو جھنڈا حضور ﷺ نے بلند کیا تھا، اسے آپؓ نے سرنگوں کر دیا، آپؓ نے قطع رحمی کی اور حسد کا مظاہرہ کیا''، ان نازیبا الفاظ اور الزامات کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''تم حضرت خالدؓ کے انتہائی قریبی عزیز اور نوجوان ہو، اسی لئے تم پر غصہ غالب ہے''۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا حلم کس قدر غالب تھا، انہوں نے حضرت خالدؓ کے چچازاد بھائی کو اپنی بات رکھنے کا پورا موقع دیا اور مکمل توجہ سے اس کی باتیں سنیں، اس شخص نے حضرت خالدؓ کے دفاع میں بدکلامی کرتے ہوئے حضرت عمرؓ پر حسد جیسے برے جذبے کی تہمت لگائی مگر اس کے باوجود حضرت عمرؓ بے حد عالی ظرفی اور بردباری سے اس کی باتیں سنتے رہے اور عفوواعراض سے کام لیتے رہے۔ (مستفاد از: السنن الکبری للنسائی: ۸۲۸۳)

(۵) حضرت عثمانؓ کا طرز عمل

عمران بن عبد اللہ بن طلحہؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ فجر کی نماز کے لئے نکلے، اپنے معمول کے دروازے سے داخل ہوئے تو کوئی شخص آپ سے ٹکرا گیا، آپ نے فرمایا: دیکھو! یہ

کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص خنجر یا تلوار سے مسلح ہے، سیدنا عثمانؓ نے اس سے پوچھا: کیا بات ہے تم ادھر کس لئے آئے؟ اس نے کہا: میں آپ کو قتل کرنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! آخر کیوں؟ اس نے کہا: یمن میں آپ کے عامل نے مجھ پر ظلم کیا ہے، آپ نے فرمایا: تم نے مجھ سے اس کی شکایت کیوں نہ کی؟ پھر اگر میں تم سے انصاف نہ کرتا یا اپنے عامل کی حمایت کرتا تب تم مجھ سے یہ سلوک کر سکتے تھے، پھر آپ نے وہاں موجود لوگوں سے دریافت فرمایا: تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ لوگوں نے کہا: امیر المومنین! دشمن کو اللہ نے قابو میں دے دیا ہے (لہٰذا قتل کر دیجئے) آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ ایک بندے نے گناہ کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بچالیا ہے، پھر اس شخص سے فرمایا: جاؤ کوئی ضامن لے آؤ کہ میری خلافت میں تم کبھی مدینہ میں داخل نہیں ہوگے، وہ اپنی قوم کا ایک ضامن لے آیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

قتل کا ارادہ کرنے والے پر مکمل قابو پا جانے کے بعد اسے معاف کر دینا سیدنا عثمانؓ کی عظمت اور چشم پوشی کی بہت بڑی دلیل ہے، اس سے آپؓ کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے، انانیت اور خواہشات پرستی آپؓ سے کوسوں دور تھی، دنیا کے مقابلے میں آخرت سے تعلق نہایت مضبوط تھا، جہاں یہ خوبیاں آخرت میں درجات کی بلندی کا باعث ہیں، وہاں دنیاوی سیاست کے لحاظ سے بھی نہایت حکیمانہ تاثیر رکھتی ہیں، مثلاً اگر اس شخص کو قتل کر دیا جاتا یا اسے سخت سزا دی جاتی تو کوئی بڑا فتنہ کھڑا ہو سکتا تھا کہ اس کے قبیلے کے لوگ بپھر جاتے یا موقع ملنے پر انتقام لینے کے لئے کوئی شورش بپا کر دیتے، لیکن آپؓ کے معاف کر دینے سے اس کے قبیلے اور خاندان ہی کے افراد نے اس کی اس گھناؤنی حرکت پر اسے سرزنش کی، اس طرح یہ فتنہ اٹھنے سے پہلے ہی دب گیا، یقیناً معاف کرنے والا لوگوں کے دل جیت لیتا ہے اور ان کی محبت کا مرکز بن جاتا ہے۔

(سیرت عثمانؓ: ڈاکٹر علی محمد صلابی: ترجمہ/ ۲۰۸-۲۰۹)

(۶) حضرت عائشہؓ کا مقام عفو

حضرت عائشہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی ایک باندی بے حد بداخلاق تھی، اس کا انتقال ہوگیا تو حضرت عائشہؓ کو بے حد صدمہ ہوا اور زار وقطار رونے لگیں، اور فرمایا:

أَبْكِيْ حَسْرَةً عَلَى مَا فَاتَنِيْ مِنْ فَضِيْلَةِ الْعَفْوِ عَنْهَا لِأَنَّهَا كَانَتْ سَيِّئَةَ الْخُلُقِ. (العفو والتسامح: ماجد ایوب: ۳۱)

میں رو رہی ہوں، مجھے حسرت ہو رہی ہے کہ عفو ودرگذر جیسے افضل عمل کا موقع ہاتھ سے جاتا رہا، یہ باندی بدخلق تھی اور اس کی بدخلقی کے جواب میں میں عفو ودرگذر سے کام لے کر فضیلت حاصل کرتی تھی، اب اس کی موت کی وجہ سے یہ موقع باقی نہیں رہا۔

(۷) حضرت ابوذرؓ کا عمل

حضرت ابوذر غفاریؓ کے واقعات میں آتا ہے کہ ان کے ایک غلام نے ان کی ایک بکری کا پیر جان بوجھ کر توڑ دیا، حضرت ابوذرؓ کو معلوم ہوا تو غلام سے پوچھا: بکری کا پیر کس نے توڑا؟ غلام بولا:

أَنَا فَعَلْتُهُ عَمَداً لِأَغِيْظَكَ فَتَضْرِبَنِيْ فَتَأْثَمَ.

میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تاکہ آپ کو غصہ آئے پھر آپ مجھے ماریں اور آپ گناہ گار ہو جائیں۔

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا:

لَأَغِيْظَنَّ مَنْ حَرَّضَكَ عَلَى غَيْظِيْ.

جس شیطان نے تم کو اس پر ابھارا کہ تم یہ حرکت کر کے مجھے ناراض کرو

میں اس شیطان کو ضرور ناراض کروں گا۔

چنانچہ حضرت ابوذرؓ نے اس غلام کو نہ صرف یہ کہ معاف کردیا بلکہ آزاد کردیا۔
(مختصر منہاج القاصدین لابن قدامہ المقدسی:۱۹۰)

(۸) حضرت طلحہؓ کے اوصاف

حضرت طلحہؓ کے امتیازی اوصاف واخلاق میں عفوودرگذر بہت نمایاں ہے، منقول ہے کہ ایک معزز خاتون ام ابان کو متعدد کبار صحابہ نے پیغام نکاح بھیجا لیکن انہوں نے حضرت طلحہؓ کے پیغام کو سب پر ترجیح دی، اور کسی کے دریافت کرنے پر یہ وجہ بتائی کہ میں حضرت طلحہؓ کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں، بطور خاص: (۱) وہ ہنستے ہوئے گھر آتے ہیں، (۲) مسکراتے ہوئے باہر جاتے ہیں، (۳) کسی مطالبے پر بخل نہیں کرتے، (۴) مطالبہ نہ کیا جائے تو بھی عطا کرتے ہیں، (۵) ان کا کوئی کام کردیا جائے تو شکرگزار ہوتے ہیں، (۶) کوئی خطا ہوجائے تو بلاتاخیر سچے دل سے معاف کردیتے ہیں۔ (سیر الصحابہ:۲/۱۱۷)

(۹) حضرت معاویہ بن سویدؓ کا واقعہ

حضرت معاویہ بن سویدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر کے ایک ملازم کو چانٹا مارا اور بھاگ گیا، واپس آیا تو میرے والد نے مجھے اور ملازم کو سامنے بٹھایا اور ملازم سے کہا: اس کو مارو اور بدلہ لے لو، مگر اس نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے معاف کردیا۔ (مسلم: الأيمان: باب صحبة المماليك: ٤٣٠١)

(۱۰) حضرت ابوسفیانؓ اور قریش

قریش کے دو قبیلوں میں خون کے ایک معاملہ پر جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا اور نوبت کشت وخون تک پہنچنے لگی، اسی اثناء میں ابوسفیان پہنچے اور انہوں کہا: ''اے گروہ قریش! تم اپنا حق حاصل کرنا چاہتے ہو، یا وہ چیز جو تمہارے حق سے کہیں زیادہ افضل اور بہتر ہے؟'' لوگوں نے پوچھا:

وہ کیا چیز ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا: وہ چیز عفو و درگذر ہے، ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ لڑنے والے لوگ دوست بن گئے اور صلح ہوگئی۔ (مستفاد از: روایات و حکایات: ۱۵۵)

(۱۱) آپ ﷺ اور حاتم طائی کی بیٹی

روایات میں آتا ہے کہ جب طے کے قیدی آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو ان میں سے ایک خوبصورت اور فصیح اللسان عورت بھی تھی، وہ کہنے لگی: ''اے محمد ﷺ! اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کردیں، میں اپنے قبیلہ کے سردار کی لڑکی ہوں، میرا باپ گناہگاروں کو معاف کر دیتا تھا، بھوکے کو شکم سیر ہوکر کھانا کھلاتا تھا، ننگے کو لباس عطا کرتا تھا، امن اور سلامتی کا جویا رہتا تھا، کسی حاجت مند کی استدعا کو رد نہیں کرتا تھا، وہ حاتم طائی تھا، میں اس کی لڑکی ہوں،'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ مؤمنین کی صفات ہیں، اسے آزاد کردو، اس کا باپ مکارم اخلاق کو پسند کرتا تھا۔ (ایضاً: ۱۵۶)

(۱۲) حضرت معاویہؓ کا کردار

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ''حضرموت'' میں سے زمین کا ایک ٹکڑا بطور جاگیر عطا فرمایا، اور حضرت معاویہؓ کو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ بھیجا کہ وہ زمین ان کے حوالے کردیں، حضرت وائل بن حجرؓ حضرموت کے بڑے نواب اور سردار تھے، واقعہ لکھا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے حضرت معاویہؓ کو ان کے ساتھ حضرموت کی طرف روانہ کیا تو حضرت وائل بن حجرؓ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت امیر معاویہؓ کے پاس کوئی سواری نہیں تھی، اس لئے وہ ان کے ساتھ پیدل روانہ ہوئے، راستے میں جب صحرا میں دھوپ تیز ہوگئی اور گرمی بڑھ گئی تو حضرت معاویہؓ کے پاؤں جلنے لگے، انہوں نے حضرت وائل بن حجرؓ سے فرمایا کہ گرمی بہت ہے اور میرے پاؤں جل رہے ہیں، تم مجھے اپنے اونٹ پر پیچھے سوار کرلو، تاکہ میں گرمی سے بچ جاؤں، تو انہوں نے جواب میں کہا:

لَا تَکُنْ مِنْ أَرْدَافِ الْمُلُوکِ.

تم بادشاہوں کے پیچھے بیٹھنے والے نہ بنو۔

لہٰذا تم ایسا کرو کہ میرے اونٹ کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے، تم اس سایہ میں چلتے ہوئے میرے ساتھ آجاؤ، چنانچہ حضرت معاویہؓ نے مدینہ منورہ سے یمن تک پورا راستہ اس طرح قطع کیا، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ وہاں پہنچ کر ان کو زمین دی اور پھر واپس تشریف لے آئے، بعد میں اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت معاویہؓ خود خلیفہ بن گئے، اس وقت یہ حضرت وائل بن حجرؓ حضرت معاویہؓ سے ملاقات کے لئے یمن سے دمشق تشریف لائے تو حضرت معاویہؓ نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کا بڑا اکرام کیا اور حسن سلوک فرمایا۔ (تابہ منزل صرف دیوانے گئے: ۲۲۶)

(۱۳) اہل بیت کا کردار

آپ ﷺ کے اہل بیت کا کردار عفو ودرگذر کے حوالے سے انتہائی روشن کردار ہے، نواسۂ رسول حضرت حسن بن علیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا چچازاد بھائی مروان، جو بنو امیہ کا چوتھا خلیفہ تھا، برسر منبر حضرت علیؓ کو برا بھلا کہتا تھا مگر حضرت حسنؓ سن کر پی جاتے تھی اور کوئی جواب نہیں دیتے تھے، ایک دفعہ دونوں میں گفتگو ہو رہی تھی، مروان نے آپؓ کی شان میں نہایت درشت کلمات استعمال کئے، مگر آپؓ سن کر خاموش ہوگئے، آپؓ کے اس صبر وتحمل کا مروان پر بھی اتنا اثر تھا کہ جب آپ نے وفات پائی تو وہ روتا تھا، اس پر حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ: ’’اب روتے ہو، ان کی زندگی میں تم نے ان کے ساتھ کیا کیا نہ کیا؟‘‘، اس پر مروان نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میں نے جو کچھ بھی کیا اس شخص کے ساتھ کیا جو اس سے بھی زیادہ حلیم اور بردبار تھا۔

ایک دفعہ کسی بدّو نے آپؓ کو مجمع عام میں برا بھلا کہنا شروع کر دیا، لوگوں کو اس پر غصہ

آیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ’’وہ تمہیں تو کچھ نہیں کہہ رہا، مجھی کو کہہ رہا ہے‘‘، پھر فرمایا: ’’غریب بھوکا ہوگا، کھانا کھلاؤ، عمدہ کپڑے دو، خرچ سے تنگ ہوگا، روپے دو‘‘۔

غرض یہ کہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی، تیسرے دن اس شخص کو بلا کر فرمایا: ’’کیوں بھائی، اب بھی تم مجھ سے خفا ہو‘‘، وہ شخص یہ سن کر رو پڑا اور بولا: ’’میں نہ پہلے خفا تھا نہ اب ہوں، میں تو صرف امتحان لے رہا تھا کہ دیکھوں کہ رسول اللہ ﷺ کا خون آپؓ میں کس قدر ہے‘‘، اس پر آپؓ نے فرمایا: ’الحمد للہ ہم پہاڑ ہیں، ایسے جھونکوں سے ہلنے والے نہیں‘‘۔

حضرت حسنؓ کے واقعات میں آتا ہے کہ ایک بار ان کا غلام انہیں وضو کرا رہا تھا یا دسترخوان پر کھانا چن رہا تھا، اچانک اس کے ہاتھ سے برتن چھوٹ کر گر گیا، چھینٹے حضرت کے سفید کپڑوں کو گندا کر گئے، فطری طور پر آپ کو غصہ آیا، غلام سمجھ دار تھا اور آقا کا دینی و قرآنی مزاج سمجھتا تھا، اس نے فوراً کہا: وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ (اللہ کے نیک بندے غصہ پی جاتے ہیں) آپ یہ سن کر فوراً ٹھنڈے پڑ گئے، غلام نے پھر کہا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اللہ کے نیک بندے ایک قدم آگے بڑھ کر معاف بھی کر دیتے ہیں) آپ نے فرمایا: میں تم کو معاف کرتا ہوں، غلام پھر بولا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (احسان کرنے والے اللہ کو پسند ہیں، یعنی آپ کے اخلاق عالیہ کا تقاضا ہے کہ آپ معاف کرنے پر بس نہ کریں بلکہ احسان کا معاملہ کریں) یہ سنتے ہی آپ نے اسے اللہ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا اور سابقہ نوازشوں سے ڈبل نوازشیں شروع کر دیں۔

ایک دفعہ حضرت حسینؓ اور ان کے سوتیلے بھائی حضرت محمد بن حنفیہؒ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے سے غصے کی حالت میں جدا ہو گئے، جب حضرت محمد بن حنفیہؒ گھر پہنچے تو انہوں نے حضرت حسینؓ کو حسب ذیل خط لکھا:

’’آپ ایسے شرف کے مالک ہیں جس کو میں نہیں پہنچ سکتا، آپ ایسے فضل کے حامل ہیں جو میری پہنچ سے باہر ہے، ہم دونوں کے والد حضرت علیؓ تھے، اس حد تک نہ

مجھے آپ پر فضیلت ہے نہ آپ کو مجھ پر، مگر آپ کی والدہ فاطمہؓ بنت محمد رسول اللہ ﷺ تھیں، اگر ساری دنیا کی عورتیں جمع ہو جائیں تو بھی وہ آپ کی والدہ محترمہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتیں۔

آپ جیسے ہی میرا یہ رقعہ پڑھیں فوراً اپنی مبارک چادر اوڑھیے اور جوتے پہنئے اور یہاں تشریف لائیے اور مجھے منائیے، دیکھئے خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ میں آپ پر سبقت لے جاؤں (اور آپ کو منانے کے لئے پہلے حاضر ہو جاؤں، اگر ایسے ہوا تو پھر) وہ فضیلت میرے حصے میں آجائے گی، جس کے صرف آپ ہی مستحق ہیں۔''

یہ خط پڑھتے ہی حضرت حسینؓ اٹھے، چادر اوڑھی، جوتا پہنا اور سیدھے حضرت محمد بن حنفیہؒ کے گھر پہنچے اور جا کر انہیں منالیا۔ (معافی ایک مومنانہ صفت: مرتبہ عفت قریشی: ۳۵-۳۹ مختصراً)

حضرت حسینؓ کے صاحبزادے حضرت زین العابدینؒ ایک مرتبہ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، اتنے میں ایک آدمی سے آمنا سامنا ہوا اور وہ گالیاں بکنے لگا، حضرت کے ساتھ جو خدام تھے انہوں نے چاہا کہ اس آدمی کو پکڑ کر خوب ماریں پیٹیں اور ایذا پہنچائیں تا کہ اس کا دماغ درست ہو جائے، لیکن حضرت نے اس کی حرکت کو معاف فرما دیا اور اس شخص سے مخاطب ہو کر جس نے گالیاں دی تھیں کہا: ''اے شخص! جو کچھ تو نے کہا، میں اس سے کہیں زیادہ برا ہوں، میں اپنے عیوب تجھ سے زیادہ جانتا ہوں، اگر تو نہ جانتا ہو تو وہ بھی سنادوں؟'' یہ سن کر اس آدمی کا سر فرط خجالت سے جھک گیا، پھر حضرت نے اسے اپنا پیرہن عطا فرمایا، اور ایک ہزار درہم دیئے، وہ آدمی یہ کہتا ہوا چلا گیا: میں گواہی دیتا ہوں یہ نوجوان ابن رسول اللہ ﷺ ہے۔

(روایات وحکایات: مرتبہ مولانا عبدالقیوم ندوی: ۱۲۰-۱۲۱)

(۱۴) حضرت زین العابدینؒ: اعلیٰ کردار اور مقام

حضرت حسینؓ کے لخت جگر حضرت زین العابدین بن علی بن حسین رحمہ اللہ کے واقعات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے پاس کچھ مہمان آئے ہوئے تھے، دونوں کی ضیافت

کے لئے انہوں نے غلام کو حکم دیا کہ گھر کے تنور میں جو گوشت بھن رہا ہے وہ جلدی پیش کرے، غلام گیا اور بھنے ہوئے گرم کباب سیخ سمیت لانے لگا، اتفاق سے جلد بازی میں وہ گرم سیخ غلام کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے کی منزل میں حضرت زین العابدینؒ کے کسی چھوٹے بچے کو جا کر لگی، جس کے زخم کی تاب نہ لا کر وہ بچہ اسی وقت فوت ہو گیا، حضرت زین العابدینؒ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے غلام کو ڈانٹا نہ پھٹکارا، بلکہ اس پر مزید احسان فرماتے ہوئے کہا: ''جا تو آزاد ہے، تو نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا''، اس کے بعد بچے کی تجہیز و تکفین میں لگ گئے۔ (العلم والعلماء: ابوبکر جابر الجزائری: ۲۷۵)

حضرت زین العابدینؒ اپنے جانی دشمنوں کو بھی یک لخت معاف کرنے کا ظرف رکھتے تھے، منقول ہے کہ: ہشام بن اسماعیل حکومت کی طرف سے مدینے کا والی تھا اور وہ شقی آپؒ کے اہل بیت کو سخت اذیت پہنچاتا تھا، اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اپنے عہد میں اسے معزول کر دیا اور حکم دیا کہ اسے لوگوں کے مجمع میں کھڑا کیا جائے کہ لوگ اس سے اپنا بدلہ لیں، ہشام بن اسماعیل خود کہتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ خوف علی بن حسینؒ یعنی حضرت زین العابدین علیؒ کی طرف سے تھا، کیوں کہ وہ ایک بااثر آدمی تھے، مگر حضرتؒ کے عفوودرگذر کا یہ عالم تھا کہ اپنے لڑکوں اور حامیوں کو منع فرمادیا کہ ہشام سے کسی قسم کا بدلہ نہ لیں، آپؒ کے بیٹے عبداللہ نے کہا: ''کیوں، خدا کی قسم: اس نے ہمارے ساتھ بہت برائیاں کی ہیں، ہمیں تو ایسے وقت کا انتظار ہی تھا''، مگر آپؒ نے فرمایا: ''ہم اس کو خدا کے سپرد کرتے ہیں''، اور آپؒ کی طرف سے اس ظالم کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ معاف کرنے اور درگذر سے کام لینے کے باعث ہماری عزت میں فرق آجائے گا، وہ حضرت زین العابدین علیؒ کے حالات زندگی سے سبق لے سکتے ہیں کہ اتنے عفوودرگذر سے کام لینے کے باوجود لوگوں کے دلوں میں آپ کی عزت ومحبت اس درجے

تھی کہ جس طرف نکل جاتے تھے، آپ کو راستہ دینے کے لئے ہجوم چھٹ جاتا تھا۔

بنوامیہ کا دسواں خلیفہ ہشام بن عبدالملک اپنی ولی عہدی کے زمانے میں ایک دفعہ حج کرنے گیا، اس کے ساتھ شام کے بڑے بڑے سردار بھی تھے، جب وہ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لئے بڑھا تو ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ انتہائی کوشش کے باوجود حجر اسود تک نہ پہنچ سکا، تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ حضرت زین العابدین بن علیؒ تشریف لائے اور حجر اسود کی طرف بڑھے، انہیں دیکھ کر بھیڑ خود بہ خود ہی چھٹ گئی اور انہوں نے آسانی کے ساتھ بوسہ دے لیا، یہ دیکھ کر ایک شامی نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے، جس کا لوگوں پر اتنا رعب ہے؟ ہشام آپؒ کو پہچانتا تھا، مگر اس خیال سے کہ کہیں شامیوں کے دلوں میں حضرت زین العابدین بن علیؒ کی عظمت نہ قائم ہو جائے، کہنے لگا کہ میں نہیں پہچانتا، پاس ہی بنوامیہ کا شاعر فرزدق بھی کھڑا تھا، وہ اس تجاہل عارفانہ کو برداشت نہ کر سکا اور بولا: ''میں جانتا ہوں کہ یہ کون ہیں۔''

شامی نے پوچھا ''کون ہیں؟'' تو اس نے حضرت زین العابدینؒ کی شان میں فی البدیہہ قصیدہ پڑھ دیا، جس کے ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں:

هَـذا الَّـذی تَعرِفُ البَطحاءُ وَطأَتَـهُ
وَالبَیـتُ یَعـرِفُـهُ وَالحِلُّ وَالحَـرَمُ
هَـذا ابنُ خَیـرِ عِبـادِ اللّـهِ کُلِّهِمِ
هَـذا التَّـقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ العَلَمُ
وَلَیـسَ قَـولُکَ مَـن هَذا بِضَائِرِهِ
العَرَبُ تَعـرِفُ مَن أَنکَرتَ وَالعَجَمُ
هَـذا ابـنُ فـاطِمَةَ إِن کُنتَ جاهِلَـهُ
بِـجَـدِّهِ أَنبِیـاءُ اللّٰـهِ قَـد خُتِـمُوا

یہ وہ مقدس شخصیت ہیں کہ بطحاء (یعنی مکہ مکرمہ) کی وادی ان کی چال پہچانتی ہے، اور بیت اللہ (یعنی کعبہ) اور حل وحرم سب ان کو جانتے پہچانتے ہیں۔ یہ تو اس ذات گرامی کے لخت جگر ہیں جو اللہ کے تمام بندوں میں سب سے بہتر ہیں (یعنی حضور اکرم ﷺ)، یہ پرہیز گار، تقویٰ والے، پاکیزہ، صاف ستھرے اور قوم (قریش) کے سردار ہیں۔ لوگ دیکھتے ہیں تو ان کو دیکھ کر کہنے والا یہی کہتا ہے کہ ان کی بزرگی وجواں مردی پر بزرگی وجواں مردی ختم ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ ''یہ کون ہیں؟'' ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، جس ذات گرامی (کو پہچاننے) سے تو انکار کررہا ہے ان کو تو عرب وعجم سب جانتے ہیں۔ یہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لخت جگر ہیں، اگر تو ان کو نہیں جانتا (تو سن لے کہ) ان کے محترم نانا (حضور اکرم ﷺ) پر انبیائے کرام کے سلسلے کا اختتام ہوا ہے۔

(۱۵) امام شعبیؒ کی دعا

امام شعبیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے گالی بکنے والے کے جواب میں دعائیں دیں اور فرمایا کہ اگر یہ گالی دینے والا سچا ہے تو اللہ مجھے معاف کرے اور یہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے تو اللہ اسے معاف کرے۔ (قواعد نبویۃ:۲۳۳)

(۱۶) حضرت فضیلؒ کا ظرف

حضرت فضیلؒ بن مروان کو کسی کی بدزبانی اور دشنام طرازی کے متعلق بتایا گیا تو ان کا جواب تھا کہ اسے اس کام پر شیطان نے اکسایا ہے، وہ چاہتا ہے کہ میں بھی جواب میں بدزبانی کروں، مگر میں شیطان کو ناخوش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بھی معاف کرے اور اس گالی دینے والے کو بھی معاف کرے۔ (ایضاً)

(۱۷) حضرت رجاءؒ اور عبدالملک بن مروان

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، انہوں نے حضرت رجاء بن حیوہؒ سے ان کے متعلق مشورہ کیا، حضرت رجاءؒ نے کہا:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطَاکَ مَاتُحِبُّ مِنَ الظَّفَرِ فَأَعْطِ اللّٰهَ مَا يُحِبُّ مِنَ الْعَفْوِ.

آپ کو پسند تھا کہ آپ کامیاب وقابو یاب ہوں، اللہ نے ایسا کردیا، اب آپ وہ کام کیجئے جو اللہ کو پسند ہے یعنی انہیں معاف کردیجئے۔

چنانچہ عبدالملک نے ان سب کو فوراً معافی دے دی۔ (نضرۃ النعیم: ۷/ ۲۹۰۹)

(۱۸) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو سپاہی نے جوتے مارے، بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں، اس نے معافی چاہی، فرمایا: دوسرا جوتا مارنے سے پہلے معاف کردیتا تھا۔

(تابہ منزل صرف دیوانے گئے: ۲۲۶-۲۲۷)

(۱۹) حضرت عون بن عبداللہؒ

حضرت عون بن عبداللہؒ کے حالات میں ہے کہ ان کا غلام جب کبھی ان کی بات نہیں مانتا تھا تو فرماتے تھے:

مَا أَشْبَهَکَ بِمَوْلاکَ: مَوْلاکَ يَعْصِي مَوْلاهُ، وَأَنْتَ تَعْصِي مَوْلاکَ.

تم اپنے آقا کے (میرے) کس قدر مشابہ ہو، تمہارا آقا (میں) اپنے آقا (اللہ) کی نافرمانی کرتا ہے، اور تم اپنے آقا کی (میری) نافرمانی کرتے ہو۔

یہ کہہ کر اسے آزاد کردیا۔ (العفو والتسامح: ۴۷)

(۲۰) حضرت عامر بن عبداللہ عنبریؒ

حضرت عامر بن عبداللہ عنبریؒ ایک خدا پرست تابعی تھے، ان کے بعض دشمنوں نے ان کے خلاف حضرت امیر معاویہؓ کے کان بھرے اور انہیں بصرے سے جلا وطن کروادیا، بعد میں جب ان کے خلاف لگائے ہوئے الزامات غلط ثابت ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے انہیں دوبارہ بصرے آجانے کی اجازت دے دی مگر آپ نے فرمایا کہ اب میں اس شہر میں واپس نہیں جاؤں گا، جہاں کے باشندوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے، تاہم جہاں تک دشمنوں کا تعلق تھا، آپؒ ان کے بارے میں یہ دعا کرتے رہے: ''خدایا! جن لوگوں نے میری چغلی کھائی ہے اور مجھے وطن سے نکلوایا ہے اور مجھے میرے بھائیوں سے جدا کرایا ہے، ان کے مال اور ان کی اولاد میں ترقی دے، انہیں تندرست رکھ اور ان کی عمر بڑھا''۔ (معافی ایک مؤمنانہ صفت: ۴۰)

(۲۱) حضرت مصعب بن زبیرؒ اور مجرم

حضرت زبیر بن عوامؓ کے صاحبزادے حضرت مصعب بن زبیرؒ کے بارے میں آتا ہے کہ: ایک بار انہوں نے ایک آدمی کو قتل کرنے کا حکم دیا، مقتول نے کہا: ''قیامت کے دن وہ کیسا خطرناک منظر ہوگا، جب میں اپنی جگہ کھڑا ہوکر تیری یہ حسین صورت اور تیرا یہ چمکتا دمکتا چہرہ دیکھوں گا، پھر تیرا دامن پکڑ کر پروردگار کے دربار میں عرض کروں گا: میرے رب! تو مصعب سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟'' یہ سن کر مصعب بن زبیرؒ نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکائے رکھا اور حکم دیا: اس کو قید سے آزاد کردو، جب وہ آدمی آزاد کردیا گیا تو اس نے عرض کی: ''امیر محترم! جب آپ نے میری جاں بخشی کا حکم دے ہی دیا تو گزارۂ زندگی کا بھی بندوبست کردیں تاکہ آرام کی زندگی گزار سکوں''، مصعب بن زبیرؒ نے کہا: ''جا میں نے تجھے ایک لاکھ درہم عطیہ بھی دیا''۔ (سنہرے حروف: ۶۳ بحوالہ سیر اعلام النبلاء: ۴/۱۴۰-۱۴۳)

یہ تھا معافی کے ساتھ احسان کا مثالی نمونہ۔

(۲۲) حضرت عامر بن عبداللہؒ

حضرت عامر بن عبداللہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے خلاف سازشیں کی گئیں، وطن سے نکالا گیا، جھوٹے الزامات لگائے گئے، مگر انہوں نے اپنے تمام مخالفین کے حق میں ہمیشہ دعا ہی کی، رخصت ہوتے وقت اپنے احباب سے کہا: میں دعا مانگتا ہوں، تم آمین کہو، پھر یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ مَنْ سَاءَ نِیْ وَكَذَبَ عَلَیَّ وَأَخْرَجَنِیْ مِنْ مِصْرِیْ وَفَرَّقَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ إِخْوَانِیْ، اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَأَصِحَّ جِسْمَهُ، وَأَطِلْ عُمُرَهُ.

خدایا! جس نے بھی میرے ساتھ بدسلوکی کی، مجھ پر جھوٹ بولا، مجھے میرے شہر سے نکالا اور میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان تفریق کی، اے اللہ: آپ اس کے مال اور اولاد میں اضافہ فرمائیے، اس کو جسمانی صحت عطا فرمائیے، اور اسے لمبی عمر بخش دیجئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹/۳۴۳: الزہد: عامر بن عبدقیس)

(۲۳) امام مالکؒ کا کردار

منقول ہے کہ جعفر عباسی (جو بنی العباس کا خودسرا میر تھا) نے ایک مرتبہ حضرت امام مالکؒ کو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہوگئے، جب انہیں ہوش آیا تو فرمایا:

أُشْهِدُكُمْ أَنِّی عَفَوْتُ عَنْ ضَارِبِیْ.

میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے مارنے والے کو معاف کردیا۔

امام مالکؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اس ظالم کو کیوں معاف کردیا؟ امام نے جواب دیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں اسے معاف نہیں کروں گا اور اس ظلم کی وجہ سے اسے کل روز قیامت جہنم کی سزا ملے گی تو میں میدان محشر میں حضور اکرم ﷺ کا سامنا کیسے کروں گا؟ مجھے یہ گوارا

نہیں ہے کہ میری وجہ سے آپ ﷺ کے اقرباء میں سے کوئی جہنم میں داخل ہو۔ (العفو والتسامح: ۴۷)

ایک مرتبہ بعض حاسدوں نے امام مالکؒ کی سخت مار پیٹ کی، خلیفۂ وقت سزا دینا چاہتا تھا، حضرت امام مالکؒ نے سواری پر سوار ہوکر شہر میں اعلان کیا: میں نے ان سب کو معاف کیا، کسی کو سزا کا کوئی حق نہیں۔ (تابہ منزل صرف دیوانے گئے: ۲۲۷)

(۲۴) امام احمد بن حنبلؒ کی عالی ظرفی

امام احمد بن حنبلؒ کے حالات میں آتا ہے کہ ''خلق قرآن'' کے فتنے میں ان کی حق گوئی اور بے نظیر عزیمت واستقامت کے صلے میں ان پر ظلم کی ناقابل یقین قسموں کا تجربہ کیا گیا، جسم کے ہر حصے کو زخمی کیا گیا، مگر انہوں نے تمام ظالموں کو یک لخت معاف کردیا اور ان کے حق میں دعا گو ہوئے، فرماتے تھے:

میری وجہ سے کسی مسلمان کو عذاب ہو، اس سے مجھے کیا نفع ہوگا؟ جب کہ اللہ کا اعلان ہے '' فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ''(جو معاف کرے گا اور صلح کا راستہ اختیار کرے گا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا) اور قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا، ''لِيَقُمْ مَنْ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ'' (جس کا اجر اللہ کے ذمہ ہو وہ اٹھ جائے) اس وقت وہی اٹھے گا جس نے دنیا میں عفو ودرگذر سے کام لیا ہوگا۔ (قواعد نبویہ: ۲۳۵)

امام احمد بن حنبلؒ کو خلیفۂ وقت نے کوڑے لگوائے، امام صاحب ہر روز معاف کردیتے، پوچھا گیا: کیوں معاف کردیتے ہو؟ فرمایا: میری وجہ سے حضور ﷺ کے کسی امتی کو قیامت میں عذاب ہو، اس میں میرا کیا فائدہ ہے؟ (تابہ منزل صرف دیوانے گئے: ۲۲۷)

(۲۵) امام بخاریؒ کا کردار

امام بخاریؒ سے ان کے بعض احباب نے گزارش کی کہ جو لوگ آپ پر زیادتی کرتے ہیں، آپ کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہیں اور آپ پر بہتان باندھتے ہیں، آپ ان

کے خلاف بد دعا کیوں نہیں کرتے؟ امام بخاری نے جواب میں حضور اکرم ﷺ کے دو ارشادات سنا دیئے:

إِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِى عَلَى الْحَوْضِ.

تم ہر حال میں صبر کرتے رہنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملو۔

مَنْ دَعَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَهُ فَقَدِ انْتَصَرَ.

جس نے ظالم کے خلاف بددعا کی تو گویا اس نے بدلہ لے لیا۔(سیر اعلام النبلاء:۱۲/۴۶۱)

(۲۶) حضرت بایزید بسطامیؒ

حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ قبرستان سے آرہے تھے، سامنے بسطام کا ایک نوجوان گاتا ہوا آرہا تھا، جب وہ حضرت کے قریب پہنچا تو حضرت نے فرمایا:" لاحَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" جوان یہ سن کر غصہ سے لال پیلا ہو گیا، اور اس نے اپنا باجا حضرت کے سر پر دے مارا، باجا ٹوٹ گیا اور حضرتؒ کے سر سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے، لیکن آپ نے کمال تحمل سے کام لیا، اور خاموشی سے اپنے گھر چلے گئے، صبح ہوئی تو ایک خادم کے ہاتھ اس باجے کی قیمت اور کچھ حلوہ اس نوجوان کے پاس بھیجا اور چلتے وقت اس کو ہدایت کی کہ میری طرف سے باجے کے ٹوٹنے پر عذر کرنا اور کہنا کہ اس رقم سے دوسرا باجا خرید لے اور یہ حلوہ کھالے تاکہ کل کا غصہ دور ہو جائے، اور دل کی تلخی جاتی رہے، اس نوجوان نے حضرت بایزیدؒ کا یہ خلق عظیم دیکھا تو روتا ہوا آپ کی خدمت میں آیا، پاؤں پر گر کر معافی مانگی اور آپ کا مرید ہو گیا، اس کے ساتھ اس کے کئی اور دوست بھی شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔(حدود واختلاف: مرتبہ: مفتی محمد فاروق صاحبؒ:۱۲۲)

(۲۷) سلیمان بن عبدالملک کے واقعات

اموی بادشاہ سلیمان بن عبدالملک، خالد قسری سے ناراض ہوگیا، خالد کو گرفتار کر کے لایا گیا تو اس نے کہا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤمِنِينَ: إِنَّ الْقُدْرَةَ تُذْهِبُ الْحَفِيظَةَ، وَإِنَّکَ تُجِلُّ عَنِ الْعُقُوبَةِ، فَإِنْ تَعْفُ فَأَهْلٌ لِذَلِکَ أَنْتَ، وَإِنْ تُعَاقِبْ فَأَهْلٌ لِذَلِکَ أَنَا. (وفيات الأعيان لابن خلكان: ۴۲۵/۲)

اے امیر المومنین: بلاشبہ قابو یابی غصہ ختم کردیتی ہے، اور آپ کا مقام سزا دینے سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے، لہذا اگر آپ مجھے معاف کردیں تو آپ کی شان یہی ہے، اور اگر آپ مجھے سزا دیں تو میں اسی کا حقدار ہوں۔

یہ سن کر سلیمان نے اسے معاف کردیا۔

سلیمان بن عبدالملک نے طے کر رکھا تھا کہ خلافت ملنے کے بعد اپنے دشمن ''یزید بن راشد'' کو گرفتار کر کے اس کی زبان کاٹ دے گا، جب سلیمان کو خلافت مل گئی تو ''یزید بن راشد'' نے بھیس بدل کر حاضری دی، سلیمان اسے پہچان نہ سکا، یزید بولا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤمِنِينَ: كُنْ كَنَبِيِّ اللهِ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلامِ: أُبْتُلِيَ فَصَبَرَ، وَأُعْطِيَ فَشَكَرَ، وَقَدَرَ فَغَفَرَ.

اے امیر المومنین: آپ اللہ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کی مانند بنئے: انہیں آزمایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا، انہیں نعمتیں عطا کی گئیں تو انہوں نے شکر ادا کیا، انہیں دشمنوں پر قابو ملا تو انہوں نے معاف کردیا۔

سلیمان نے پوچھا: تم کون ہو؟ یزید بولا: میں آپ کا مجرم یزید ہوں، یہ سن کر سلیمان نے اسے معاف کردیا۔ (ایضاً)

(۲۸) خلیفہ منصور کے دربار کے واقعات

عباسی خلیفہ منصور کے پاس ایک آدمی حاضر کیا گیا، اسے سزا دی جانی تھی، مگر وہ بولا:

أَلانْتِقَامُ عَدْلٌ، وَالتَّجَاوُزُ فَضْلٌ، وَنَحْنُ نُعِيْذُ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْ يَرْضَىٰ لِنَفْسِهِ بِأَوْكَسِ النَّصِيْبَيْنِ دُوْنَ أَنْ يَبْلُغَ أَرْفَعَ الدَّرَجَتَيْنِ.

انتقام لینا عین انصاف ہے، اور معاف کردینا مہربانی ہے، ہم امیر المومنین کو اس سے پناہ میں رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اعلیٰ مقام (معاف کردینے) کو چھوڑ کرادنیٰ اور حقیر مقام (انتقام) پر راضی ہوجائیں۔

یہ سن کر منصور نے اسے معاف کردیا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۲۲۹)

مذکور ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت وخلافت کے خاتمہ کے بعد جب خلیفۃ المسلمین منصور عباسی کا دور آیا تو کسی شخص نے ان کو خبر دی کہ فلاں شخص کے پاس بنی امیہ کے بہت سے اموال وخزائن ہیں جو اس کے پاس بطور امانت ان کی طرف سے رکھے ہوئے ہیں۔

منصور نے اس شخص کو حاضر کرنے کا حکم دیا، فوراً قید کر کے حاضر کیا گیا، منصور نے اس سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پاس بنی امیہ کی امانتیں اور اموال ہیں، وہ سب لاکر یہاں حاضر کردو، اس شخص کی حیرت انگیز ہمت واستقلال قابل دید ہے کہ نہایت اطمینان سے کہتا ہے:

قیدی: اے امیر المومنین! کیا آپ بنی امیہ کے وارث ہیں؟

منصور: نہیں۔

قیدی: تو کیا آپ ان کے وصی ہیں؟

منصور: نہیں۔

قیدی: جب آپ نہ ان کے وارث ہیں نہ وصی تو آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کے اموال کا آپ مطالبہ کریں۔

منصور: (کچھ دیر سر جھکائے ہوئے سوچنے کے بعد) بات یہ ہے کہ بنی امیہ نے مسلمانوں پر ظلم کیا اور ناجائز طریق سے ان کے اموال پر قبضہ کرلیا تھا، اب میں مسلمانوں کا وکیل ہوں، یہ چاہتا ہوں کہ ان کے غصب شدہ حقوق واموال کو ظالموں کے ہاتھ سے لے کر بیت المال سرکاری میں جمع کردوں۔

قیدی: امیر المومنین! آپ کا یہ ارشاد اس وقت تک قابل تسلیم نہیں، جب تک کوئی شہادت شرعیہ اس بات کی نہ پیش کریں کہ جو کچھ اموال میرے پاس ہیں، وہ بنی امیہ کے انہیں اموال میں سے ہیں جو انہوں نے ظلم وغصب سے جمع کئے تھے کیونکہ بلاشبہ بنی امیہ کے پاس خود ان کے اپنے ایسے مملوکات واموال بھی تھے جن میں ظلم وجور کا کوئی دخل نہ تھا۔

منصور: (تھوڑی دیر سر جھکانے اور سوچنے کے بعد اپنے وزیر ربیع سے مخاطب ہوکر) اے ربیع! یہ شخص بات درست کہتا ہے، بے شک اس کے ذمہ ہمارا کوئی حق نہیں، (اس کے بعد بشاشت وانبساط کے ساتھ اس قیدی کی طرف متوجہ ہوکر کہا) کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟

قیدی: ہاں، میری ایک حاجت تو یہ ہے کہ آپ فوراً ایک قاصد کے ہاتھ میرا خط میرے گھر بھجوادیں تاکہ وہ میری سلامت وعافیت کی خبر سن کر مطمئن ہوجاویں کیونکہ میری حاضری نے ان کو سخت پریشانی میں ڈال دیا ہے اور دوسری حاجت یہ ہے کہ آپ اس شخص کو میرے سامنے بلالیں جس نے آپ سے میری چغلی کھائی، کیونکہ میرے پاس بخدا بنی امیہ کا کوئی مال موجود نہیں، لیکن جب میں آپ کے سامنے کھڑا کیا گیا اور مجھ سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو میں نے وہی جواب زیادہ جلد نجات دلانے والا سمجھا جس کو میں نے پیش کیا۔

منصور: (اپنے وزیر ربیع سے مخاطب ہوکر) اس شخص کو بلاؤ جس نے یہ خبر دی تھی۔

ربیع نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور اس شخص کو حاضر کردیا۔

قیدی: (اس شخص کو دیکھتے ہی) امیر المومنین! یہ میرا غلام ہے جو میرے تین ہزار دینار لے بھاگا ہے۔

منصور: (غصہ کے لہجہ میں غلام سے مخاطب ہوکر) سچ بتلاؤ، کیا واقعہ ہے؟

غلام: (مجبور ہوکر) جہاں پناہ واقعہ یہی ہے جوانہوں نے بیان کیا، فی الواقع میں ان کا غلام ہوں اور جتنا مال انہوں نے بیان کیا ہے لے کر بھاگا ہوں۔

منصور: (پہلے قیدی سے مخاطب ہوکر) میں آپ سے سفارش کرتا ہوں کہ اب اس کو معافی دیجئے۔

قیدی: امیر المومنین! میں نے اس کا جرم بھی معاف کیا اور جتنا مال لے گیا ہے وہ بھی معاف کیا اور تین ہزار دینار اور اپنے پاس سے دیتا ہوں۔

منصور: (متعجب ہوکر) اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد امیر المومنین منصور ہمیشہ اس شخص کے استقلال اور عفو وکرم پر تعجب کیا کرتے تھے کہ یہ عفو وکرم کی ایک عجیب مثال ہے۔ (کشکول: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ: ۱۷-۱۹)

منقول ہے کہ خلیفہ منصور کے پاس ایک آدمی ملزم بنا کر لایا گیا، منصور نے اس سے کہا: کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس کا جواب تھا: اگر میرا کوئی قصور ہوتا تو میں عذر پیش کرتا، بس یہ کہتا ہوں کہ:

عَفُوُکَ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنُ بَراءَ تِیُ. (نضرة النعيم: ٢/٣٩٦)

آپ کا عفوودرگذر مجھے اپنی برأت سے زیادہ محبوب ہے۔

(۲۹) خلیفہ مامون الرشید کے واقعات

عباسی بادشاہ مامون الرشید کے پاس ایک آدمی لایا گیا، مامون کا ارادہ اس کے قتل کا تھا، مجلس میں حضرت علی بن موسیٰ الرضاؒ موجود تھے، مامون نے ان کی رائے پوچھی، انہوں نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لا یَزِیُدُکَ بِحُسُنِ الْعَفُوِ إِلَّا عِزًّا.

بلاشبہ اللہ حسن وخوبی کے ساتھ عفوودرگذر کے نتیجے میں آپ کی عزتوں ہی میں اضافہ فرمائے گا۔

یہ سن کر مامون نے اسے معاف کردیا۔ (موسوعۃ الاخلاق: ۳/ ۲۷)

مامون ہی کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مجرم اس کے پاس حاضر کیا گیا، مامون نے اس سے جرم کا اقرار کرایا، وہ بولا:

أَنَّا الَّذِیُ أَسُرَفَ عَلَی نَفُسِهِ وَاتَّکَلَ عَلَی عَفُوِکَ.

میں ہی ہوں جس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ کی معافی پر بھروسہ کیا ہے۔

یہ سن کر مامون نے اسے معاف کردیا۔ (ایضاً)

مامون ہی کے متعلق مذکور ہے کہ جب اپنے دشمن ابراہیم بن مہدی پر اس کا بس چلا تو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا، ابراہیم نے کہا:

اَلُعَفُوُ أَقُرَبُ لِلتَّقُوىٰ، وَالُقُدُرَةُ تُذُهِبُ الُحَفِيُظَةَ، وَقَدُ جَعَلَ اللّٰـهُ كُلَّ ذَنُبٍ دُوُنَ عَفُوِكَ، فَإِنُ صَفَحُتَ فَبِكَرَمِكَ وَإِنُ أَخَذُتَ فَبِحَقِّكَ.

معاف کردینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور قابو یابی غصہ کو ختم کردیتی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر جرم آپ کے عفو ودرگذر کے تابع رکھا ہے، اگر آپ معاف کردیں تو یہ آپ کی مہربانی ہے، اور اگر آپ انتقام لیں تو یہ آپ کا حق ہے۔

یہ سن کر مامون نے اسے رہا کردیا۔ (ایضاً: ۳/ ۲۸)

(۳۰) معن بن زائدہ اور قیدی

معن بن زائدہ نے کچھ قیدیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، ایک قیدی ان کی طرف مخاطب ہوا، اور اس نے کہا: ''ہم بھوکے اور پیاسے ہیں اس حالت میں ہمیں قتل نہ کیجئے، خدا کی قسم امیر کا کرم اس بدسلوکی سے بعید ہے۔''

معن نے حکم دیا، فوراً کھانا لایا گیا، ان لوگوں نے خوب شکم سیر ہوکر کھایا، جب کھا پی چکے تو معن سے کہا: ''اے امیر، خدا آپ کو عمر طویل عطا فرمائے، اب تک ہم آپ کے قیدی

تھے، اوراب ہم آپ کے مہمان بن چکے ہیں، کیا آپ اپنے مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک روا رکھیں گے کہ انہیں قتل کردیں۔‘‘

معن نے کہا: ’’جاؤ میں نے تمھیں معاف کیا‘‘ ایک قیدی بولا: ’’آپ کی فتح مندی سے آپ کی درگذر بہتر ہے‘‘ معن نے سب کوانعام واکرام دے کر رخصت کردیا۔

(مستفاد از: روایات وحکایات: ۱۵۵-۱۵۸)

(۳۱)زیاد کا طرزِ عمل

مذکور ہے کہ ’’زیادؔ‘‘ کے پاس ایک خارجی گرفتار کر کے لایا گیا، وہ کسی تدبیر سے بھاگ کھڑا ہوا، تو زیاد نے اس کے بھائی کو گرفتار کرایا اور دھمکی دی کہ اپنے بھائی کو پکڑ کے لاؤ ورنہ تمہاری گردن اڑادی جائے گی، وہ شخص بولا: اگر میں آپ کے پاس حاکمِ اعلیٰ کا سفارش نامہ لے آؤں تو مجھے خلاصی مل سکتی ہے؟ زیاد بولا: ہاں، اس شخص نے کہا: حاکم اعلیٰ ’’اللہ‘‘ کا فرمان قرآن میں ہے ’’وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ‘‘ کوئی آدمی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا (کرے کوئی اور بھرے کوئی کا اصول اللہ کے ہاں نہیں چلتا) یہ سن کر زیاد نے فوراً اس شخص کو چھوڑ دیا اور معافی کا اعلان کردیا۔ (نضرۃ النعیم: ۷/ ۲۹۰۹)

(۳۲)امیر عبد اللہ کا کردار

منقول ہے کہ ’’امیر عبداللہ‘‘ اپنے بھائی المنذر خلف محمد کے بعد ۸۸۸ء میں اندلس کا امیر بنا، اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اکثر لوگوں کو رہا کردیا، خصوصاً سیاسی قیدیوں پر بہت مہربانی کی، ان کی جائدادیں بھی انھیں واپس کردیں۔

شیخ سلیمان بن الباغہ نے ایک مرتبہ امیر عبداللہ سے بغاوت کی تھی لیکن سلطان نے اپنی فطری فیاضی کے تقاضے سے اس کا قصور معاف کردیا، ۹۰۰ء میں سلیمان نے امیر عبداللہ کی ایک ہجو لکھی جو سارے ملک میں پھیل گئی، اس ہجو میں سلطان کو خچر اور وزراء کو خچر بان بتایا گیا

تھا،اب دیکھئے ایک راست باز، عادل اور شفیق حاکم نے اپنی ہجو لکھنے والے کے خلاف کیا فیصلہ سنایا،حکمرانِ وقت نے سلمان کو بلوایا اور اس سے کہا:

''سلیمان! میری عنایات خراب زمین پر پڑیں اس لئے ضائع ہوگئیں، میں نہ خواست گارِتعریف ہوں نہ ہجو کے قابل، کیونکہ یہ دونوں باتیں میرے نزدیک یکساں ہیں، بغاوت بہت بڑا جرم ہے لیکن میں نے تمہیں معاف کردیا، گواس معافی کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، لیکن میں انتقام پر درگذر کو ترجیح دیتا ہوں میری ہجو کے اشعار میرے سامنے پڑھو، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک ایک شعر کے صلے میں ایک ایک ہزار روپیہ دوں گا، خچر تو پھر بھی ایک کارآمد جانور ہے،تو مجھ پر جس قدر بڑا الزام لگاتا میں اسی قدر زیادہ اپنی عنایات کا بوجھ تم پر ڈالتا۔''

سلیمان امیر کے قدموں پر گر پڑا اور زاروقطار رو رو کر معافی مانگنے لگا،امیر نے اسے معاف کردیا اور پھر وہ تادم مرگ وفادار رہا۔ (سنہرے فیصلے :عبدالمالک مجاہد:۲۴۲)

(۳۳)امیر بصرہ اور عفودرگذر

حضرت مالک بن دینارؒ کا بیان ہے کہ امیر بصرہ حکم بن ایوب نے کچھ اہم لوگوں کو گرفتار کرالیا اور سخت سزائیں سنادیں، ہم رات میں اس کے گھر گئے، ہمارے ساتھ حضرت حسنؒ بھی تھے،حضرت حسنؒ نے گفتگو شروع کی،حضرت یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کا ذکر کیا، حضرت یوسف علیہ السلام پر ہونے والے مظالم اور بدسلوکیوں کی داستان سنائی، پھران کے صبر وضبط نے ان کو مصر کے اقتدار میں جو بلند منصب دلایا اس کا ذکر کیا،اور بتایا کہ جب انہیں اپنے بھائیوں پرقابو ملا تو انہوں نے انتقام لینے کے بجائے یک لخت معاف کردیا اور فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ.

(یوسف:۹۲)

تم پرآج کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سارے رحم

کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

یہ سن کر امیر بصرہ حکم کا دل نرم ہو گیا اور اس نے گرفتار افراد کی معافی اور رہائی کا اعلان کر دیا۔(نضرۃ النعیم:۲۹۰۹/۷)

(۳۴) علامہ ابن تیمیہؒ کا کردار

علامہ ابن القیمؒ نے لکھا ہے: اخلاق عالیہ (مخالفین کو معاف کرنے بلکہ نفع پہونچانے) کے اس مقام کو سمجھنا ہے تو اس حوالے سے سیرت نبوی کا مطالعہ کیا جائے، اس اخلاقی کمال کی سب سے اونچی عظمت پر آپ ﷺ فائز تھے، پھر یہ وراثت درجہ بہ درجہ امت کے علماء اور خدام دین میں منتقل ہوئی تھی، میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے جو نمونے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی سیرت میں دیکھے وہ کسی اور میں نہیں دیکھے، ان کے بزرگ معاصرین کہا کرتے تھے:

وَدِدْتُ أَنِّی لِأَصْحَابِیْ مِثْلَهُ لِأَعْدَائِهٖ وَ خُصُوْمِهٖ.

میری تمنا ہے کہ ان کا اپنے مخالفین ومعاندین کے ساتھ جو حسن سلوک ہے، میرا اپنے احباب کے ساتھ وہی سلوک ہو جائے۔

میں نے انہیں اپنے کسی مخالف کو بددعا دیتے نہیں پایا، وہ ہمیشہ ان کے حق میں دعا گو رہتے ہیں، ان کے سب سے بڑے مخالف و بدخواہ کا انتقال ہوا، میں نے یہ خبر بتاتے ہوئے کچھ مسرت کا اظہار کیا تو انھوں نے سختی سے ڈانٹ دیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا، دعائے مغفرت کی، اس کے گھر گئے، اہل خانہ سے تعزیت کی، اوران سے کہا:

إِنِّی لَكُمْ مَكَانَهُ، وَلَا يَكُوْنُ لَكُمْ أَمْرٌ تَحْتَاجُوْنَ فِيْهِ إِلٰى مُسَاعَدَةٍ إِلَّا وَسَاعَدْتُكُمْ فِيْهِ.

تم مجھے مرحوم کی جگہ سمجھو، تم کو جس معاملے میں مدد کی ضرورت ہوگی میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔

یہ سن کراہل خانہ کے دل میں ان کی عظمت بے انتہا بڑھ گئی۔ (قواعد نبویۃ:۲۳۴-۲۳۵)

(۳۵) حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (م ۶۲۷ھ) کی طبیعت میں حلم وعفو کی درویشانہ صفتیں انتہائی درجہ تک تھیں، ایک بار ایک بدباطن شخص ان کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا، حضرت خواجہؒ کو اس کا علم نور باطن سے ہوگیا، وہ شخص جب نزدیک آیا تو بہت ہی اخلاق سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: جس ارادے سے آئے ہو اس کو پورا کرو، یہ سنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا، عاجزی سے بولا کہ مجھ کو لالچ دے کر آپ کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، یہ کہہ کر بغل سے چھری نکالی اور سامنے ڈالی، پھر قدموں پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھ کو اس کی سزا دیجئے، بلکہ میرا کام ہی تمام کردیجئے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ ہم سے کوئی بدی بھی کرتا ہے تو ہم اس کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہیں، تم نے تو میرے ساتھ اب تک کوئی برائی نہیں کی، یہ کہہ کر اس کے لئے دعائیں کیں، وہ شخص بہت متاثر ہوا اور اسی وقت سے خدمت میں رہنے لگا، حضرت خواجہؒ کی دعاؤں کی بدولت اس کو متعدد بار حج کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اسی مقدس سرزمین میں پیوندخاک ہوا۔ (جواہر پارے: مولانا نعیم الدین:۲/۲۱۲-۲۱۳)

(۳۶) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا کردار

عظیم روحانی پیشوا حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کی خاص امتیازی صفت ''دشمن نوازی'' کا ذکر ان کے تمام سوانح نگاروں نے اور بہ طور خاص مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے کیا ہے، حضرت مولانا لکھتے ہیں:

> اخلاص وفنائیت اور بے نفسی کے اس مقام پر پہونچ کر سالک کے دل سے رنج وشکایت، انتقام کا جذبہ اور ایذا کی صلاحیت ہی ختم ہوجاتی ہے، وہ نہ صرف آشنا پرور دوست نواز ہوتا ہے، بلکہ دشمن کا احسان منداور دشمن کے حق میں دعا گو بن جاتا ہے،

گویا دشمنی کوئی احسان ہے، کوئی نادر تحفہ اور زخم دل کا مرہم ہے جس پر بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے، اور منھ سے پھول جھڑتے ہیں، امیر علاء سنجری روای ہیں کہ حضرت نے ایک مرتبہ یہ مصرع پڑھا ع

ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار باد

(جو ہم کو رنج دے خدا اُس کو بہت راحت پہونچائے)

اس کے بعد یہ شعر ارشاد ہوا۔

ہر کہ او خارے نہد در راہ ما از دشمنی

ہر گل کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

(جو ہمارے راستے میں کانٹے بچھائے اللہ کرے اس کے گلشنِ حیات میں جو پھول کھلے بے خار رہے)

سیر العارفین میں ہے کہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ فرماتے تھے کہ حصار اندر پت میں (جو موضع غیاث پور کے قریب ہے) جھجّو نامی ایک شخص تھا جس کو بے وجہ حضرت سے دشمنی تھی، برا بھلا بھی کہتا رہتا تھا اور آپ کو تکلیف وایذا پہونچانے کی فکر میں رہتا تھا، اس کا انتقال ہو گیا، حضرت شیخ نے اس کے جنازے میں شرکت کی، دفن کے بعد اس کے بالیں پر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا فرمائی کہ: خدایا! اس شخص نے جو کچھ کہا ہو یا برا سوچا ہو میں نے اس کو بخش دیا، تو میری وجہ سے اس کو سزا نہ دینا۔

ایک مرتبہ حاضرین میں سے ایک صاحب نے ذکر کیا کہ بعض آدمی جناب والا کو منبر پر اور دوسرے موقعوں پر برا بھلا کہتے ہیں، ہم سے سنا نہیں جاتا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں نے سب کو معاف کیا، تم بھی معاف کرو، اور ایسے آدمی سے جھگڑا نہ کرو، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کے درمیان رنجش ہو تو اس رنجش کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باطن کو عداوت سے خالی کر لے، دوسرے کی طرف سے بھی آزار کم ہو جائے گا، فرمایا کہ آخر لوگ برا بھلا کہنے سے کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں، مشہور یہ ہے کہ

''مالِ صوفی سبیل است وخون او مباح'' (صوفی کا مال وقف ہے اور اس کا خون روا) جب معاملہ یہ ہے تو کسی برا بھلا کہنے والے سے کیوں جھگڑا کیا جائے؟

ایک دن فرمایا کہ دنیا کا عام اصول تو یہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ نیکی اور بدوں کے ساتھ بدی کی جائے، لیکن مردانِ خدا کا اصول یہ ہے کہ بدی کا بدلہ بھی نیکی سے دیا جائے، فرمایا: اگر کوئی کانٹا رکھے اور تم بھی کانٹا رکھ دو، تو کانٹے ہی کانٹے جمع ہو جائیں گے، لوگوں کے درمیان عام اصول یہی ہے کہ سیدھوں کے ساتھ سیدھا اور ٹیڑھوں کے ساتھ ٹیڑھا، لیکن درویشوں کا اصول یہ ہے کہ سیدھوں کے ساتھ سیدھا اور ٹیڑھوں کے ساتھ بھی سیدھا۔

حضرت خواجہؒ کا اس بارے میں معیار اتنا بلند تھا کہ برا کہنا تو بڑی چیز ہے، وہ برا چاہنے کو بھی روا نہیں رکھتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا: ''بد گفتن اندک است امابد خواستن ازاں بدتر است'' برا کہنا بھی برا ہے، لیکن برا چاہنا اس سے کہیں برا ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت: ۳/ ۱۰۵-۱۰۷)

ایک خطاب میں حضرت مفکر اسلامؒ نے فرمایا:

یہاں پر میں ہندوستان کے ایک عظیم روحانی پیشوا اور صوفی حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا ایک واقعہ بیان کروں گا، اس سے اندازہ ہوگا کہ محبت و مروت میں، شرافت و اخلاق میں اور عفو و درگذر میں کیا جادو، کیسی موہنی اور فتح و تسخیر کی کیسی طاقت ہے، خواجہ صاحب کے یہاں دستور تھا کہ جو لوگ ملنے آتے وہ اکثر کوئی بے تکلف نذر اور تحفہ لے آتے تھے، خواجہ صاحب تو عموماً روزہ سے ہوتے تھے اور یوں بھی ان کو کھانے پینے سے زیادہ دلچسپی نہ تھی، یہ سب غریبوں اور مہمانوں کے کام آتا، ایک مرتبہ ایک بہت پڑھے لکھے آدمی فلسفی قسم کے امتحان کے طور پر آنے والوں کے مجمع میں شامل ہو گئے، انہوں نے سوچا کہ بہت سے آدمی نذر و تحفہ لاتے ہیں، خواجہ صاحب کو کیا پتہ چلے گا کہ کون کیا لایا، انہوں نے راستہ سے اٹھا کر مٹی کی ایک پڑیا باندھ لی اور سب

لوگوں کے تحفہ کے ساتھ مٹی کی وہ پڑیا بھی رکھ دی، خواجہ صاحب کے یہاں دستور تھا کہ جب تحفے جمع ہو جاتے تو آپ اپنے خادم خاص خواجہ اقبال سے فرماتے کہ اس کو اٹھالو، وہ لے جا کر اس کو مستحقین میں تقسیم کر دیتے، اس دن بھی ایسا ہی ہوا خواجہ صاحب نے اشارہ کیا اور خواجہ اقبال سب تحفوں کو سمیٹ کر لے جانے لگے، جب اس پڑیا کی باری آئی تو آپ نے فرمایا کہ اس پڑیا کو رہنے دو یہ میری آنکھوں کا سرمہ ہے، خواجہ صاحب کو خیال ہوا کہ اگر راز فاش ہو گیا تو ان عالم صاحب کی خیر نہیں، بزرگان دین کسی کی توہین اور ذلت برداشت نہیں کر سکتے، اور دل توڑنا ان کے مذہب میں روا نہیں، وہ فاضل آپ کی یہ ادا دیکھ کر اس شمشیر محبت کے گھائل اور آپ کی محبت وعظمت کے قائل ہو گئے وہیں قدم پکڑ لئے اور عمر بھر انہیں کا دم بھرتے رہے۔

انہیں حضرت محبوب الٰہی کا مقولہ ہے کہ عدوات کا جواب عدوات، نفرت کا جواب نفرت، مخالفت کا جواب مخالفت نہیں، عدوات کا جواب دوستی اور خیر خواہی، نفرت کا محبت اور بدی کا نیکی ہے، فرماتے تھے کہ اگر کانٹے کے ساتھ کانٹا رکھ دیا جائے تو کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے اور کانٹوں کا ڈھیر لگ جائے گا، اس سے کچھ فائدہ نہیں، یہ بھی فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سیدھے کے ساتھ سیدھا اور ٹیڑھے کے ساتھ ٹیڑھا اور میں کہتا ہوں کہ سیدھے کے ساتھ بھی سیدھا رہے، اور ٹیڑھے کے ساتھ بھی سیدھا، چنانچہ ان کا ساری عمر اسی پر عمل رہا۔ (محبت فاتح عالم:۶-۷)

(۳۷) حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا ظرف

منقول ہے کہ دلی میں ایک نہایت ہی فاسق وفاجر شخص حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے پڑوس میں رہتا تھا، وہ حضرت کا سخت دشمن تھا، اور ہمیشہ برا کہتا رہتا تھا، یہاں تک کہ جو لوگ آپ کی زیارت اور ملاقات کے لئے آتے تھے ان کو بھی برا کہنے سے گریز نہ کرتا تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک ارادت مند نے حاکم شہر سے اس کی بدعنوانیوں اور گستاخیوں کا ذکر کے گرفتار

کرادیا، حضرت خواجہ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے ارادت مند سے کہا: تم نے ہمارے پڑوسی کو کیوں گرفتار کرادیا؟ اس نے عرض کی کہ اس شخص کی گستاخیاں آپ کی شان میں حد سے بڑھ گئی تھیں، حضرت خواجہ نے فرمایا: میں کیا اور میری شان کیا؟ جو کچھ وہ مجھے کہتا تھا میں اس سے زیادہ گنہگار ہوں، مرید نے عرض کی کہ یہ شخص نہایت شریر اور بدباطن ہے، آپ نے فرمایا: بھائی آپ ایک صالح اور نیکوکار آدمی ہو اس لئے دوسرے لوگ تمہیں بدکردار اور بداعمال نظر آتے ہیں، میں تو اپنے سے زیادہ برا کسی کو نہیں دیکھتا، مرید بہت شرمندہ ہوا، اور اسی وقت اس شخص کو رہا کرادیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے بھی آپ کی ایذارسانی سے توبہ کرلی۔

ایک مرتبہ خواجہ باقی باللہؒ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزار پر گئے، وہاں خادموں نے آپ کی آمد کی خبر سن کر مزار کے قریب آپ کے لئے ایک چادر بچھادی، اتفاقاً وہاں ایک بے ادب فقیر موجود تھا، وہ آپ کا نام سن کر آگ بگولہ ہوگیا، اور آپ کے خلاف اول فول بکنا شروع کردیا، اتنے میں آپ بھی تشریف لے آئے، آپ کو دیکھ کر فقیر کا مزاج اور بھی برہم ہوگیا، اور اس نے آپ کو سخت سست کہنا شروع کردیا، حضرت خواجہؒ کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی، بلکہ آپ اس فقیر سے معذرت کرنے لگے کہ بھائی معاف کردو، جو کچھ ہوا ہے، میری لاعلمی میں ہوا ہے، جو کچھ تم میرے حق میں کہتے ہو درست ہے، میں ایسا ہی ہوں، بلکہ اس سے بھی برا ہوں، آپ کے خادموں نے چاہا کہ اس گستاخ فقیر کو پکڑ کر سزا دیں، لیکن آپ نے ان کو سختی سے منع فرمادیا اور قریب جاکر اس کا پسینہ آستین سے پونچھا اور پھر اسے چار درہم عنایت فرمائے، آپ کا حلم وعفو دیکھ کر وہ سخت نادم ہوا۔ (حدود اختلاف: ۱۱۹-۱۲۱)

(۳۸) شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے حالات میں آتا ہے کہ ایک دن اپنے حجرۂ خاص میں مشغول عبادت تھے، ایک قلندر تراب یا ترابی نامی آپ کے حجرے میں گھس گیا اور آپ پر

چھری سے پے در پے حملے کرنے لگا، آپ کو گیارہ زخم آئے اور ان سے خون نکل نکل کر حجرے سے باہر بہنے لگا لیکن آپ کی محویت اور استغراق میں فرق نہ آیا، حجرے کے باہر مریدوں نے خون دیکھا تو وہ اندر آ گئے اور تراب کو پکڑ لیا، چاہتے تھے کہ اس کی تکہ بوٹی کر ڈالیں لیکن حضرت شیخ نے روکا اور ان کو قسم دی کہ اس سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کریں پھر آپ نے قلندر کو پاس بلا کر معذرت کی کہ بھائی چھری چلاتے وقت تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہونچی ہو تو معاف کرنا، پھر اس کو کچھ رقم عنایت فرمائی اور دعائیں دے کر رخصت کیا، اللہ تعالیٰ نے چند دن کے بعد حضرت کے زخم مندمل کر دیئے۔ (اصلاحی واقعات کا مثالی مجموعہ: مولانا ہارون معاویہ: ۱۴۳)

(۳۹) حضرت سید احمد شہیدؒ

حضرت سید احمد شہیدؒ کی سیرت میں عفو و حلم، تحمل و برداشت اور عالی ظرفی کی حیرت انگیز مثالیں ملتی ہیں، ان میں سے ایک نمونہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے الفاظ میں ذکر کیا جاتا ہے:

تکیہ پر بھی ایک شخص اسی (قتل کے) ارادے سے آیا، نماز عصر کے بعد آپ کا معمول تھا کہ سئی ندی کے کنارے تشریف لے جاتے اور دونوں پاؤں پانی میں لٹکا کر بیٹھ جاتے، وہ شخص تلوار کھینچ کر آپ کی طرف دوڑا، اس وقت اور لوگ بھی تھے، کسی نے اس کی تلوار پکڑی اور کسی نے اس کو پکڑا، بلکہ کسی کا ہاتھ بھی تلوار پکڑنے سے زخمی ہو گیا، بعض آدمیوں نے اس کو مارنے پیٹنے کا بھی ارادہ کیا، حاجی نور محمد درّانی نے اس کی گردن پکڑ لی، قریب تھا کہ اس کا گلا گھٹ جائے، آپ بڑی شفقت کے ساتھ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھے، لوگوں کو منع کیا اور فرمایا کہ ہم اس شخص کو بند رکھیں گے، تم چھوڑ دو، لوگوں نے تعمیل ارشاد میں چھوڑ دیا، اس خیال سے کہ میں اگر اس کو معاف بھی کر دوں گا تو شاید حاکم نہ چھوڑے، آپ نے اس کو درشن سنگھ کے پاس، جو رائے بریلی میں نواب کی طرف سے مقرر تھا، بھیجا اور پیغام دیا کہ ہم نے اس کی خطا معاف کر دی

ہے، آپ بھی اس کی خطا معاف کریں اور چھوڑ دیں۔

میاں دین محمد کہتے ہیں کہ درشن سنگھ نے اس کو دو روز قید میں رکھا اور پھر اس کو آپ کے پاس بھیج دیا اور کہا یہ شخص آپ کا قصور وار ہے، آپ جو چاہیں کریں، آپ نے اس کو تکیہ پر ٹھہرالیا اور سیر بھر گوشت اور پاؤ بھر گھی اور دوسری اجناس اس کے لئے مقرر کر دیں، چنانچہ وہ کچھ مدت تک تکیہ پر مقیم رہا، کبھی کبھی اپنے ہاتھ کا پکایا کھانا بھی آپ کی خدمت میں بھیجتا تھا، جب اس نے آپ سے رخصت چاہی تو آپ نے اس کو کچھ عطا بھی کیا۔ (سیرت سید احمد شہیدؒ: ۲/۴۷۶)

(۴۰) حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے حالات میں ملتا ہے کہ: جہاں کہیں کوئی میلہ ہوتا خواہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا یا کوئی اور مجمع ہوتا جیسے ناچ کی محفل یا قوالی کی محفل تو آپ وہاں پہنچتے اور کھڑے ہوکر وعظ فرماتے تھے اور اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ جہاں ناچ یا قوالی وغیرہ کی محفل ہوتی اور آپ وہاں وعظ فرماتے تو اکثر لوگ محفل کو چھوڑ کر آپ کے وعظ میں آجایا کرتے تھے، آپ درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء میں بھی پہنچتے تھے اور وہاں بھی وعظ فرماتے تھے اور وہاں بھی یہی اثر ہونے لگا تھا، جب مجاوروں نے یہ رنگ دیکھا تو ان کو سخت ناگوار ہوا اور انہوں نے مشورہ کیا کہ مولوی اسماعیل کو کسی طرح قتل کر دینا چاہیئے، اس پر ایک بڈھے نے آپ کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور کہا کہ میں اُن کو قتل کروں گا، ایک روز مولانا شہید جامع مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرمارہے تھے کہ اس بڈھے نے مولانا پر تلوار کا وار کیا، سومولانا تو بچ گئے مگر وہ تلوار ان کے ایک دوست کے لگی اور ان کا شانہ زخمی ہوگیا، مولانا کے دوست اس بڈھے کو لپٹ گئے اور تھپڑ وغیرہ مارے، مولانا نے اس بڈھے کو چھڑایا اور کوئی مقدمہ نہیں چلایا، بلکہ اپنے جانی دشمن کو بھی درگذر کر دیا۔ (حدود اختلاف: ۳۱۲)

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے واقعات میں ہے کہ ایک دن وہ اپنے دوست مولانا رستم

علی صاحب کے ہمراہ چاندنی چوک میں جارہے تھے کہ ایک پہلوان نے مولانا کو گالیاں دینی شروع کیں، اس پر مولانا رستم علی صاحب کو غصہ آگیا اور وہ تلوار نکال کر اسے مارنے دوڑے، حضرت شاہ صاحبؒ نے تیزی سے مولانا رستم علی صاحب کا ہاتھ پکڑلیا اور فرمایا کہ میاں رستم علی! کیا کرتے ہو؟ وہ گالیاں بے جا نہیں دیتا، بلکہ وہ ٹھیک کہتا ہے، کیونکہ وہ یہی تو کہتا ہے کہ یہ بڑا بددین ہے، جونئی نئی باتیں نکالتا ہے سو اس میں وہ کیا بے جا کہتا ہے؟ میری باتیں اس کے لئے تو واقعی نئی ہیں، علماء نے یہ باتیں ان بیچاروں کو کہاں سنائی ہیں، پھر اس کو نئی کیوں نہ معلوم ہوں اور وہ گالیاں کیوں نہ دے، اس کا اس پہلوان پر بہت اثر ہوا اور اس روز سے حضرت مولانا شہیدؒ کا دوست ہوگیا، اپنے دشمن کے ساتھ حسن سلوک کا یہی اثر ہوتا ہے۔ (حدود اختلاف: ۱۴/۳۱ مختصراً)

(۴۱) حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب بھی ان کو کوئی تکلیف پہنچاتا تھا تو وہ یہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ: میں نے اسے معاف کردیا، آپ بھی معاف فرمادیں، اگر کوئی چور ان کا مال چوری کر کے لے جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ اے اللہ: میں نے یہ مال اس کے لئے حلال کردیا، میں اس سے بدلہ لے کر اور اسے عذاب دلوا کر کیا کروں گا۔

ان کے واقعات میں آتا ہے کہ ایک بار بازار سے گذر رہے تھے، ہاتھ میں پیسوں کی تھیلی تھی، ایک چور پیچھے سے تھیلی چھین کر بھاگ کھڑا ہوا، میاں جی نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا اور دل میں یہ نیت کرلی کہ اے اللہ! جس چور نے یہ پیسے لئے ہیں، میں نے اسے یہ معاف کردیئے اور اس کو ہبہ کردیئے، مگر وہ چور مصیبت میں پھنس گیا اور اپنے معروف راستے بھی بھول گیا، بالآخر میاں صاحب کے پاس آیا، معافی مانگی، پیسے واپس کرنے لگا، میاں صاحب نے فرمایا کہ میں تم کو معاف بھی کرچکا ہوں اور یہ پیسے تمہیں ہبہ بھی کرچکا ہوں، اور اب یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تم کو راستہ دکھادے۔ (مستفاد از: اسلام اور ہماری زندگی: ۵/۳۰۲)

(۴۲) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے حالات میں ہے کہ: ایک دفعہ نادان طبیب نے غلطی سے آپ کو زہر دے دیا، فوراً آپ کو قے ہوگئی اور مرض ترقی کر گیا، ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی، حضرت سے جس کو ذرا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہوگیا، مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی، چنانچہ اس کے بعد جب بھی حکیم صاحب تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے اور کسی کی بھی دوا کا استعمال ہو مگر حکیم صاحب سے مشورہ کیا کرتے جس سے ان کو یقین ہوجاتا کہ حضرت میرے معالجہ کے معتقد اور میری حذاقت اور مزاج شناسی کے معترف ہیں اور مخلص خدام سے ایک مرتبہ نرم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں غلطی تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے، مگر جو کچھ کیا وہ محبت وشفقت ہی کی نیت سے کیا، ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر ایک برچھی لگتی ہے، فاعل مختار بجز مولائے کریم کے کوئی نہیں، جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا، پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ واوزار کو سرزنش کرے۔ (آپ بیتی: ۶/۲۴۰)

(۴۳) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

اکابر علمائے دیوبند میں خصوصیت کے ساتھ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سیرت وحیات اس باب میں بہت درخشاں نمونے اور مشعلِ راہ کا مقام رکھتی ہے، حضرت کے سوانح نگار مولانا اسیر ادروی نے لکھا ہے:

ضبط وتحمل، حلم اور عفو وکرم ایک صفت محمود ہے اور مقربینِ بارگاہ خداوندی میں یہ وصف عام ہے، اللہ والے انتقام نہیں لیتے، حضور ﷺ پر کتنے مظالم ہوئے، قتل تک کی

سازش ہوئی، مگر زبان مبارک سے سوائے اپنی قوم کی ہدایت کی دعاء کے اور کوئی لفظ نہیں نکلا، مشہور صحابی رسول حضرت معاویہؓ کے بارے میں تاریخوں میں مذکور ہے کہ آپ کا حلم بہت بڑھا ہوا تھا، آپ کے مخالفین آپ کے منھ پر سخت سے سخت باتیں کہہ جاتے تھے، لیکن نہ کبھی آپ نے کسی کو برا کہا اور نہ اس سے انتقام کے لئے سوچا بلکہ ان کو انعام واکرام سے نوازا، اس لئے کہ اللہ کے نیک بندوں نے اپنے پیغمبر سے یہی سبق سیکھا ہے۔

شیخ الاسلامؒ اسی اسوۂ حسنہ کے اتباع کو اپنے لئے دنیا وآخرت کی سعادت تصور فرماتے تھے، آپ کے ساتھ لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا اور کیا کچھ نہیں کہا، منھ پر بدترین گالیاں دیں، تھوک دیا، ریش مبارک نوچی، دھکے دیئے، چاقو سے وار کئے، ٹوپی اتار کر سامنے جلادی، قتل کی سازشیں کیں، خدام نے ان کے حق میں بددعا کی درخواست کے لئے اصرار کیا، بعض حضرات نے ایسے لوگوں کی مذمت میں نظم ونثر میں کچھ کہنا چاہا لیکن ہر ایک کو اس سے روکا، ہر ایک کو منع کیا، کسی سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب کسی سے انتقام نہیں لیا تو اُن کے ایک معمولی غلام کو کہاں انتقام لینے کا حق پہونچتا ہے، کسی سے فرمایا کہ میں ان تمام لوگوں کو معاف کرچکا ہوں، جنہوں نے میرے ساتھ کچھ کیا ہے اس لئے کسی کو ان کے خلاف کچھ کہنے کا حق نہیں ہے، نینی جیل میں سپرنٹنڈنٹ نے انتہائی بدسلوکی کی، پورے ملک میں کہرام مچ گیا لیکن اس نے معافی مانگ لی، اسی وقت آپ نے معاف فرمادیا اور اپنے خدام کو خطوط لکھ دیئے کہ میں نے اس کو معاف کردیا ہے، اب اس کے خلاف کسی کارروائی کی ضرورت نہیں۔

ایک دریدہ دہن گستاخ نے رقعہ میں لکھا کہ آپ اپنے باپ سے نہیں ہیں، جب درسِ حدیث میں آپ نے بلند آواز سے اس رقعہ کو پڑھا تو ڈھائی سو طلبہ جو درس میں بیٹھے تھے اُن کے چہرے غصہ سے سرخ ہوگئے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اگر اُس گستاخ کا نام ظاہر ہوجائے تو اس کی تکا بوٹی ہوجائے گی، لیکن آپ نے اس پر بھی غصہ کا

اظہار نہیں فرمایا، اور اپنے ڈھائی سو شاگردوں کے درمیان اگر فرمایا تو صرف یہ کہ میرے والد صاحب کے نکاح کے گواہ اللہ کے فضل سے ابھی تک زندہ ہیں جس کا جی چاہے جا کر ان سے پوچھ سکتا ہے، اور ایک لفظ بھی اس زہر اگلنے والے کے خلاف آپ نے نہیں کہا۔

شیخ الاسلامؒ کی پوری زندگی میں مجھے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملا کہ سخت سے سخت الفاظ آپ کی شان میں استعمال کئے گئے ہوں اور اس کا جواب آپ نے تلخی سے دیا ہو، یا غصہ کا اظہار فرمایا ہو یا اس کے حق میں بددعا فرمائی ہو۔ (مآثر شیخ الاسلام: ۴۴۷-۴۴۸)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے سلسلہ سے منسلک ایک صالح انسان منشی نورالحسن صاحبؒ نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے: چونکہ حضرت تھانویؒ مسلم لیگ کے حامی تھے، حضرتؒ نے اس کی حمایت میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا، اس لئے میرا رجحان بھی لیگ کی طرف تھا اور میرٹھ حلقہ کی مسلم لیگ کا ممبر بھی تھا، ایک دفعہ میٹنگ میں میں نے کہا کہ بھائی ہمارے حضرت تھانویؒ لیگ کی حمایت فرماتے ہیں اور حضرت مولانا مدنیؒ بھی بزرگ ہیں وہ کانگریس کی حمایت فرماتے ہیں، ہم کیا کریں؟ میٹنگ میں ایک شخص نے جواب دیا کہ وہ حضرت مولانا مدنیؒ کہاں کے بزرگ آئے، وہ کیسے بزرگ؟ مجھے ان کے جواب سے سخت صدمہ ہوا اور میں نے ان سے کہا کہ اگر مسلم لیگ کے اندر بزرگوں کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے تو ایسی مسلم لیگ سے میرا تو استعفیٰ، میں آئندہ شریک نہیں ہوں گا، اور اسی صدمہ میں میں تھانہ بھون حاضر ہوا، شب میں بھائی سلیمان صاحب سے جو حضرت تھانویؒ کے خادم خاص تھے ملاقات ہوئی، ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا، اس پر اس نے کہا: مدنی صاحب آپ کی نظر میں بزرگ ہیں؟ بزرگ تو شیطان بھی ہوتا ہے، میں نے کہا: یہ جواب صبح کو حضرت سے کہوں گا، اس نے کہا: ہاں کہہ دینا، مجھے اور سخت صدمہ ہوا کہ جب حضرت کے خادم کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا حال ہوگا؟ پوری رات بے چینی میں گزری، صبح کو مجلس میں حاضر ہوا، میری ہمت نہیں تھی کہ عرض کروں، اتفاق ایسا ہوا

کہ ایک خط جو حضرت کے پاس کسی نے لکھا تھا حضرت نے سنایا، خط کا مضمون یہ تھا:

''حضرت! میں دیوبند بھی گیا ہوں، وہاں رحمت ہی رحمت دیکھی اور یہاں زحمت، گویا وہاں عفو بے انتہا اور یہاں بات بات پر پکڑ اور نکتہ چینی اس کی کیا وجہ ہے؟''

حضرت نے جواب لکھا اور پھر جواب بھی سنایا، جس کا مضمون یہ تھا:

''کیا تمہارے نزدیک دریا اور ڈوکڑہ میں کوئی فرق نہیں، میں چھوٹا سا ڈوکڑہ ہوں اور حضرت مولانا مدنیؒ دریا ہیں، ڈوکڑہ ذرا سی ناپاکی کا متحمل نہیں ہوتا اور دریا میں اگر پیشاب بھی کردیا جائے تب بھی وہ ناپاک نہیں ہوتا۔''

یہ جواب سن کر مجھے ہمت ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ حضرت تو اپنے آپ کو ڈوکڑہ اور حضرت مدنیؒ کو دریا فرمارہے ہیں اور یہ ملا سلیمان ان کو ایسا ایسا کہتا ہے اور اپنا واقعہ بیان کیا، حضرت نے فرمایا: کیا یہ بات آپ ان کے سامنے کہہ دیں گے؟ میں نے عرض کیا: ضرور کہہ دوں گا، میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ میں حضرت سے کہوں گا، سلیمان کو بلوایا گیا، حضرت نے ان سے فرمایا: کہ تم ان کو جانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، یہ میرے دوست کے بھائی ہیں، حضرت نے فرمایا: اگر یہ تمہاری طرف سے کوئی بات بیان کریں وہ غلط تو نہ ہوگی؟ آپ کو ان پر اعتماد ہے؟ اس نے کہا: مجھ کو ان پر پورا اعتماد ہے، حضرت نے فرمایا: تمہاری ان سے کوئی لڑائی تو نہیں؟ اس نے کہا: نہیں، پھر حضرت نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا: اپنا واقعہ بیان کرو، میں نے پورا واقعہ بیان کیا جو میرٹھ مسلم لیگ کی میٹنگ میں پیش آیا تھا کہ یہ واقعہ میں نے ملا سلیمان صاحب سے بیان کیا، اس نے کہا کہ مدنی صاحب کو تم بزرگ سمجھتے ہو، بزرگ تو شیطان بھی تھا، حضرت تھانویؒ نے سلیمان سے کہا: کیا یہ ٹھیک کہتے ہیں؟ انہوں نے اقرار کرلیا کہ جی ہاں! ٹھیک کہتے ہیں، حضرت نور اللہ مرقدہ نے ایک دوسرے خادم کو آواز دی اور فرمایا: سلیمان کا کان پکڑ کر خانقاہ سے نکال دو اور فرمایا: ''آج سے میرا تعلق ختم، نہ مجھ سے بات چیت کی اجازت ہے نہ خط و کتابت کی نہ مجلس میں حاضری کی''۔

سلیمان صاحب خانقاہ سے چلے گئے مگر انتہائی پریشان تھے، حافظ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی (جو حضرت نور اللہ مرقدہ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے) کے واسطے سے حضرت سے خط وکتابت کی اور معافی کی درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا: جن کی شان میں گستاخی کی ہے ان سے معافی مانگیں اور ان سے (حضرت مولانا حسین احمد صاحب) سے لکھوا کر لائیں کہ میں نے معاف کیا، اس کے بعد سوچوں گا کہ کیا فیصلہ کروں، سلیمان صاحب حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال بیان کی اور معافی چاہی۔

حضرت قدس سرہ نے معاف کیا اور لکھ دیا، میں نے سلیمان کو معاف کیا آپ بھی معاف فرمائیں، اور یہ تحریر لاکر حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کی، حضرت تھانویؒ نے فرمایا کیا معلوم پورا واقعہ بیان بھی کیا یا نہیں، پورا واقعہ جا کر بیان کریں اور حضرت مولانا اپنے قلم سے لکھیں کہ سلیمان نے یہ واقعہ بیان کیا اور میں نے معاف کیا، چنانچہ یہ دوبارہ حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضرت یہ واقعہ لکھ کر پھر معافی تحریر فرمادیں، حضرت مدنیؒ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ سلیمان نے یہ واقعہ بیان کیا اور میں نے اس کو معاف کیا اور سفارش کرتا ہوں کہ آپ بھی معاف فرمادیں، اس کے بعد حضرت قدس سرہ نے معاف فرمادیا اور مجلس میں حاضری کی اجازت دی مگر گفتگو کی اجازت نہیں دی، گفتگو کی اجازت اور بعد میں ہوئی۔

حضرت تھانوی قدس سرہ سے کسی شخص نے کہا: حضرت مدنی قدس سرہ کے بارے میں کہ سیاست میں حصہ لیتے ہیں، حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا: بس یہی دیکھا، یہ نہیں دیکھا کہ رات کو بارہ بجے تک بخاری شریف بھی پڑھاتے ہیں۔ (حدود اختلاف: ۲۰۶-۲۰۸)

مولانا ابوالحسن بارہ بنکویؒ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات کے ذیل میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

”خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ“ اور ”اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِــــيَ أَحْسَــــنُ“ پرعمل کرنے اور دشمنوں سے نہ صرف درگذر کرنے بلکہ ان کو نفع پہونچانے اور ان کے حق میں دعائے خیر کو وظیفہ بنانے میں مولانا فرد فرید تھے، سید پور، بریلی، جالندھر اسٹیشن کے واقعات کے بعد جو انسانیت وشرافت کی ابتدائی حدود سے بھی متجاوز اور وحشت ورزالت کا نمونہ تھے مولانا کی زبان پر کبھی بھول کر بھی کلمۂ شکایت یا اظہار حال نہیں آیا بلکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تہجد وسحور کے وقت مولانا کو ان ناآشناؤں کے حق میں گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرتے سنا گیا ہے، ان دشنام طرازوں، بدنام کرنے والوں اور خاک اڑانے والوں کو جب ضرورت پیش آئی ہے اور انھوں نے یا ان کے عزیزوں نے مولانا سے کسی سفارشی خط کی فرمائش کی، مولانا نے بڑی بشاشت اور انشراح خاطر کے ساتھ پرزور الفاظ میں ان کی فرمائش پوری کی ہے، اس موقع پر اگر کسی خادم یا رفیق نے ان کا تعارف کرانے اور ان کے پچھلے کارناموں کو یاد دلانے کی کوشش کی ہے تو اس کو سختی سے جھڑک دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کا عمل اس اسوۂ نبی پر تھا: ”وَأَنْ اَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِي وَأَصِلَ مَنْ قَطَعَنِي وَأُعْطِيَ مَنْ حَرَمَنِي“ یعنی میرے رب نے تاکید کی ہے کہ جو مجھ پر ظلم کرے اسے میں معاف کردوں، جو میرا مقابلہ کرے میں اس کے ساتھ سلوک اور صلہ رحمی کروں، جو مجھے محروم رکھے اس کو میں عطا کروں۔

جنھوں نے تکلیفیں دیں مولانا نے ان کے ساتھ اور احسان کیا، ہمیشہ نفع رسانی اور خدمت کی فکر میں رہتے تھے اور جب بھی جس طرح بھی موقع ملا نفع اور آرام پہنچایا ہے، دوسروں سے اگر کام پڑا ہے تو سفارش کی ہے خود جاسکے تو خود تشریف لے گئے اور پیغام کے ذریعہ ممکن ہوا ہے تو پیغام بھیجا ہے، براہ راست مخالفین کو ضرورت پیش آئی تو اُن کی ضرورت پوری کی، انھوں نے اپنے معاندین ومخالفین کو معاف بھی کیا ہے، ان کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے۔(حیات شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات:۱۰۶،۱۱۰)

(۴۴) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی امتیازی خصوصیت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی امتیازی خصوصیت ان کا تحمل اور جذبۂ عفوواحسان تھا، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے:

انسان کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے خلاف سننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور سخت سے سخت بات برداشت کرے، راقم نے قاری صاحب کو اس معاملہ میں بہت عالی ظرف اور قوی الارادہ پایا، واقفیت رکھنے والے پورے حلقہ میں یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ قاری صاحب نہایت کریم النفس، بڑے شیریں اخلاق، نرم خو، نرم رو اور نرم گفتگو تھے، اقبال نے جو کہا ہے ع

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو

یہ تعریف قاری صاحب پر صادق آتی ہے۔

دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا رکن ہونے کی بنا پر بھی راقم کو قاری صاحب سے نیاز حاصل ہوتا رہا، اور ہم نشینی کا شرف، بعض مرتبہ ان کو سخت تبصرہ اور تنقید سننی پڑی اور انہوں نے عالی ظرفی اور کریم النفسی کے ساتھ اس کو برداشت کیا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک سخت جملہ انہوں نے سنا اور کچھ جواب نہیں دیا، ان کے بعض اہل تعلق سے معلوم ہوا کہ اس کے صدمہ سے ان کو بخار آ گیا۔ (پرانے چراغ: ۳/۱۴۲-۱۴۳)

(۴۵) علامہ سید سلیمان ندویؒ

علامہ سید سلیمان ندویؒ کے امتیازات وخصوصیات کے تذکرے میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ارقام فرماتے ہیں:

آخری چیز جو ان کی پوری زندگی میں نمایاں رہی وہ ان کی طبیعت کی شرافت و مروت تھی، وہ بالکل بے آزار اور غیر منتقمانہ طبیعت کے آدمی تھے، ان کے لئے ظالم

کے بجائے مظلوم بننا بہت آسان تھا، ان کی یہ صفت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی جو کمزوری سے تعبیر کی جاتی تھی، ایک ایسی سوسائٹی میں جو اس طرح کی صفات کی قدر کرنے کی عادی نہیں ان کو اپنی اس افتادِ طبع کی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی اور اپنی رضامندی کے خلاف بہت سے فیصلے کرنے پڑے، اس طویل زندگی اور وسیع تعلقات میں شاید کوئی ایسا شخص مل سکے جو بیان کرے کہ سید صاحب نے اس کو کبھی نقصان پہنچایا، یا اپنی ذات کا انتقام لیا، میرے سامنے ایک مرتبہ امین آباد میں ایک نوجوان نے سید صاحب سے بطور یادگار ایک منتخب شعر لکھنے کی فرمائش کی، سید صاحب نے خواجہ حافظ کا مشہور شعر لکھا ؂

آسائشِ دوگیتی تفسیرِ ایں دو حرف است
بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

میرے خیال میں ان کا انتخاب محض اتفاقی اور سرسری نہ تھا، یہ ان کا اصول زندگی تھا، جس پر وہ ہمیشہ کاربند رہے۔ (پرانے چراغ: ۱/ ۶۱-۶۲)

(۴۶) محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ (ہردوئی) کے حوالے سے مولانا محمد عبد القوی صاحب نے تحریر کیا ہے:

عفوودرگذر تو حضرت کی کہنا چاہئے کہ امتیازی شان تھی، کیسی ہی خطا کیوں نہ ہو اعتراف کے بعد معاف ہوجاتی تھی، اور بار بار معاف ہوتی رہتی تھی، دو بول اقرارِ خطا کے یا دو حرف اعتراف وندامت کے ان کے غضب کو ٹھنڈا کردینے کے لئے کافی تھے، یہی نہیں کہ معاف کردیتے بلکہ اس کو بھلا بھی دیتے تھے، یہ بھی خاص بات تھی کہ خطاکاریوں کی کثرت بلکہ گناہوں کی عادت پر اطلاع کے باوجود اس شخص کی عزت اور اکرام میں کبھی فرق نہیں دیکھا جاتا تھا، اکثر تحریر میں معافی کے لئے ''دل وجان سے

معاف ہے‘‘ کے الفاظ لکھ کر خاطی کو مسرور و مطمئن فرما دیتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اس عاجز کو ان کے اس مزاج (تکثیر و تکرارِ عفو اور کتنی ہی لغزشوں اور کیسے بھی گناہوں کا علم ہونے کے باوجود تکریم مسلم نیز اپنے اصاغر کے سابقہ عیوب وخطایا کا نہ کہیں ذکر اور نہ کبھی حوالہ) کو دیکھ کر حق تعالیٰ شانہ کے عفوودرگذر اور محوِ ماسبق کی شان کا یقین حاصل ہوا کہ جب ان کا ایک بندہ اس شان کا ہوسکتا ہے تو ان کی شان اس نوازش میں کیا کچھ ہوگی؟

میں نے ایک دفعہ جب وہ حج کے لئے جارہے تھے بعض قریبی کوتاہیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جن کی معافی ہوچکی تھی یہ تحریر لکھی کہ بار بار کی غفلت حضرت والا کی ایذا کا سبب بنتی رہتی ہے تمام ہی کوتاہیوں سے بصمیمِ قلب معذرت چاہتا ہوں اس کے جواب میں تحریر فرمایا: ’’فی الحال میرے علم میں کوئی بات نہیں ہے، اطمینان کے لئے مسطور ہے کہ سب معاف ہے، دعا کرتا ہوں، والسلام۔‘‘ (حضرت محی السنہ: ۹۳-۹۴)

(۴۷) حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ

حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی لکھتے ہیں: ایک طالب علم نے حضرت (مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی صاحبؒ) کی شان میں گستاخی کی تھی، کسی معاملے کی وجہ سے حضرت نے کوئی فیصلہ فرمادیا، اس پر اس طالب علم نے بدتمیزی کی، ایک سخت پرچہ حضرت کو لکھا، جس میں نہایت گستاخانہ کلمات کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ ’’ کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ أَسْفَارًا‘‘ حضرت کو گدھے سے تشبیہ دی کہ جس طرح گدھا کتابیں لادنے سے عالم نہیں بن جاتا، آپ کی مثال بھی ایسی ہی ہے، شیخ وقت ان کلمات کو پڑھ کر بہت رنجیدہ ہی نہیں آبدیدہ ہوگئے، احقر کے سامنے کی بات ہے، حضرت والا نے اس تحریر کو پڑھ کر پھاڑ دیا تاکہ کسی اور کی اس پر نظر نہ پڑ جائے، کسی اور کے علم میں یہ بات نہ آجائے، احقر سے آبدیدہ ہونے کی حالت میں فرمایا، جب نبی کو لوگوں نے نہیں چھوڑا، ان کو ستایا گیا، تو ہم کیا چیز ہیں، اور یہ آیت پڑھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَكُوْنُوا كَالَّذِيْنَ آذَوْا مُوْسَىٰ.

اے ایمان والو! ایسے نہ بنو جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی، جنہوں نے اپنے نبی موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تھی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ستایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا گیا، ہم کو بھی ستایا جائے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے، ہم ہیں کیا چیز، ہم بھی نبی کے نقش قدم پر ہیں، جو نبی نے کیا وہ ہم کو بھی کرنا چاہئے۔

اس کے بعد حضرت رنجیدہ حالت میں لیٹ گئے، کسی اور سے تذکرہ نہیں کیا، نہ اس طالب علم پر ناراض ہوئے، کوئی کارروائی اور سختی نہیں کی، دل سے اس کو معاف کردیا، مدرسہ کے ناظم تھے اور بااختیار تھے، مدرسہ سے اس کا فوراً اخراج کر سکتے تھے لیکن کوئی کارروائی نہیں کی، کمرہ میں تنہا تھے، تھوڑی دیر کے بعد احقر خادم کو بلایا اور یہ آیت پڑھی:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.

یعنی اللہ کے نیک بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ غصہ کو پی جاتے ہیں، صبر وتحمل سے کام لیتے ہیں، معاف کردیتے ہیں، انتقام نہیں لیتے، بلکہ مزید احسان کرتے ہیں۔

حضرت نے اس کو پڑھا اور احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ " كَظْمِ غَيْظٌ "، یعنی غصہ کو پی جانا اور معاف کرنا تو ہوگیا، یہ آسان ہے، "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" پر بھی تو عمل ہونا چاہئے، یعنی اس کے ساتھ احسان بھی تو کرنا چاہئے، پھر حضرت نے احقر کو پچاس روپے دیئے (یہ قصہ آج سے تقریباً تیس سال قبل کا ہے، پچاس روپے بھی بہت ہوتے تھے) حضرت نے فرمایا کہ جاؤ! یہ روپے اس طالب علم کو میری طرف سے دے کر آؤ، چنانچہ احقر اس کو لے کر

اس طالب علم کے حجرہ میں گیا، اور اس کو دے کر کہا کہ یہ حضرت نے آپ کو دیئے ہیں، اس طالب علم نے وہ روپے لے کر رکھ لئے، اور اس کی طبیعت پر کوئی اثر نہیں ہوا، نہ شرمندہ ہوا، انداز سے معلوم ہورہا تھا کہ بزبان حال وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میری کوشش کامیاب ہوگئی، میری سختی سے مولانا ٹھکانے لگ گئے، اور مجھے خوش کرنے کی کوشش کررہے ہیں، وہ ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوا، مدرسہ میں اخیر سال تک رہا، حضرت نے اس پر کوئی سختی نہیں کی اور نہ اس سے کوئی توقع رکھی کہ وہ معافی مانگے۔ (ندائے شاہی: اکتوبر ۲۰۲۰ء: ۱۸-۱۹)

(۴۸) ایک دانا کا خط

منقول ہے کہ کوئی مجرم کسی صاحب اقتدار کو مطلوب تھا، مجرم فرار تھا، اس کی سفارش کرتے ہوئے کسی دانا نے اس صاحب اقتدار کو خط لکھا:

فُلانٌ هَارِبٌ مِنْ زَلَّتِهِ إِلَى عَفْوِكَ لائِذٌ بِكَ مِنْكَ، وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَنْ يَزْدَادَ الذَّنْبُ عِظَمًا إِلَّا ازْدَادَ الْعَفْوُ فَضْلاً. (نضرة النعيم: ۷/ ۲۹۱۰)

فلاں شخص اپنے جرم کے خوف سے بھاگ رہا ہے، آپ کے دامن عفو میں پناہ لینے کے لئے بے چین ہے، آپ یقین رکھئے کہ جرم جتنا بھی بڑا ہو، اسے معاف کردینے کی فضیلت اس سے کہیں زیادہ بڑی ہوتی ہے۔

(۴۹) ایک حکایت

ایک حکایت کتابوں میں منقول ہے کہ: دو کسانوں میں دشمنی تھی، ایک نے دوسرے کے بارے میں کہا کہ عنقریب میں اپنے اس دشمن کو قتل کردوں گا، دشمن کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ اور زیادہ مشتعل ہوا، مگر قتل کی دھمکی دینے والے نے اسے قتل کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ اس پر پے در پے احسان کرنے شروع کردیئے، دشمن ایک مقدمے میں پھنس گیا تو

اس نے جی جان سے اس کی امداد کی اور اسے مقدمے سے چھڑوایا، پھر اس کے کھیت کو کسی نے آگ لگادی تو اس نے جان پر کھیل کر اس کے کھیت کی آگ بجھائی، پھر وہ بیمار پڑ گیا تو اس نے تندہی سے اس کی تیمارداری کی، آخر دشمن ان احسانات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا اور رو رو کر اپنے کیئے کی معافی مانگی، قتل کی دھمکی دینے والا بولا کہ تم پریشان نہ ہو، میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں اپنے دشمن کو قتل کردوں گا، سو میں نے اسے قتل کردیا ہے، تم جو باقی رہے ہو تم تو دوست ہو، دشمن تو ختم ہو چکا ہے، جب اس شخص نے کہا تھا کہ میں دشمن کو قتل کردوں گا تو اس کی مراد یہ تھی کہ دشمنی کو ختم کردوں گا، لہٰذا اس نے اپنے احسانات سے دشمن کے دل کی دشمنی ختم کر کے اسے دوست بننے پر مجبور کردیا۔ (معافی ایک مؤمنانہ صفت:۱۳)

باب ھفتم:

معذرت خواہی اور معافی طلبی کو قبول کرنا

نبوی ہدایات

شریعت کی تعلیمات اور مزاج سے واضح ہوتا ہے کہ ایذا رسانی اور بدسلوکی کے بعد اگر کوئی شخص معذرت خواہ، نادم اور طالب عفو ہو تو اسے بلا قید و شرط معاف کر دینا مکارم اخلاق میں سے ہے، احادیث میں اس شخص کے لئے سخت وعید آئی ہے جو معافی کے طلب گار کو بھی معاف نہ کرے اور بے جا اکڑ کا مظاہرہ کرے، حضرت ابو ہریرہؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

وَمَنْ أَتَاهُ أَخُوهُ مُتَنَصِّلاً فَلْيَقْبَلْ ذٰلِكَ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ. (الترغيب والترهيب: الترهيب أن يعتذر الخ: ٣/٤٩٢)

جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی نادم ہو کر آئے تو وہ اس کی ندامت قبول کرے، اگر ایسا نہیں کرے گا تو اسے حوض کوثر پر میرے پاس آنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں:

مَنِ اعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَلَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهُ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ. (ایضاً: ٣/٤٩٣)

جو اپنے مسلمان بھائی سے معذرت خواہ ہو مگر وہ اس کا عذر قبول نہ کرے تو وہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ آئے۔

معلوم ہوا کہ معافی کے طلبگار کو معاف نہ کرنا اور اس کا عذر قبول نہ کرنا آپ ﷺ کو اتنا ناپسند ہے کہ آپ ایسے شخص کی شکل روز قیامت دیکھنا پسند نہیں فرمائیں گے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ فَلَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ. (ایضاً)

جو اپنے بھائی سے معذرت خواہ ہو مگر وہ اس کا عذر قبول نہ کرے تو ایسے شخص پر ناجائز ٹیکس وصول کرنے والے مجرم کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا:

أَلا أُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمْ؟

کیا میں تمھیں تم میں سب سے برے لوگوں کی بابت نہ بتاؤں؟

صحابہ نے عرض کیا: ضرور بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سب سے برے وہ ہیں جو دوسروں سے میل جول نہ رکھتے ہوں، اپنے ماتحتوں پر ظلم کرتے ہوں اور بخل وتنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوں۔

پھر فرمایا:

أَفَلا أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكَ.

کیا میں ان سے بھی زیادہ برے افراد کے متعلق نہ بتادوں؟

صحابہ بولے: ضرور بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَّذِينَ لا يُقِيلُونَ عَثْرَةً، وَلا يَقْبَلُونَ مَعْذِرَةً، وَلا يَغْتَفِرُونَ ذَنْبًا. (ایضاً: ۳/ ۴۹۴)

جو کوئی لغزش معاف نہیں کرتے، کوئی عذر قبول نہیں کرتے اور کسی قصور سے درگذر نہیں کرتے۔

حضرت انسؓ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے:

مَنْ سَأَلَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ أَنْ يُقِيلَهُ فَأَقَالَهُ، أَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ، فَإِنْ لَمْ يُقِلْهُ لا أَقَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَثْرَتَهُ، وَكَبَّهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ.

(کنزالعمال: ۱۵۲/۳، حدیث: ۷۰۱۸)

جو اپنے مسلمان بھائی سے معافی کا طلب گار ہو، پھر وہ اسے معاف کردے، تو اللہ اس کی غلطی کو معاف کردے گا، اور اگر وہ اسے معاف نہ کرے تو اللہ اس کی غلطی کو معاف نہیں کرے گا بلکہ اس کو چہرے کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔

حضرت علیؓ کے ارشادات

حضرت علیؓ کا قول ہے:

أَعْقَلُ النَّاسِ أَعْذَرُهُمْ لِلنَّاسِ. (العفو والتسامح: ماجد ایوب: ٤٦)

لوگوں میں سب سے عقل مند وہ ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کی معذرت قبول کرلیتا ہو۔

حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادے محمد بن الحنفیہؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

وَاحْمِلْ لِصَدِيقِكَ عَلَيْكَ، وَاقْبَلْ عُذْرَ مَنِ اعْتَذَرَ إِلَيْكَ. (العقد الفرید: ۱۱۵/۱)

اپنے دوست کی بدسلوکیاں برداشت کرو، اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول کیا کرو۔

حضرت علیؓ ہی نے اپنے فرزند حضرت حسنؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

إِقْبَلْ عُذْرَ مَنِ اعْتَذَرَ إِلَيْكَ، وَاقْبَلِ الْعَفْوَ مِنَ النَّاسِ، وَأَطِعْ

أَخَاكَ وَإِنْ عَصَاكَ، وَصِلْهُ وَ إِنْ جَفَاكَ. (مواعظ الصحابة: صالح احمد الشامي: ١٦٩)

جو تم سے معذرت کرے اس کا عذر قبول کرو، لوگوں کی طرف سے معافی طلبی ہو تو منظور کرو، اپنے بھائی کی بات مانو اگر چہ وہ تمہارا نافرمان ہو، اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو اگر چہ وہ تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے۔

فکر انگیز قول

نواسۂ رسول سیدنا حضرت حسنؓ کا قول ہے:

لَوْشَتَمَنِیْ رَجُلٌ فِیْ أُذُنِیَ الْیُسْرٰی وَاعْتَذَرَ إِلَیَّ فِیْ أُذُنِیَ الْیُمْنٰی لَقَبِلْتُ وَ صَفَحْتُ. (الآداب الشرعية لابن مفلح: ٣١٩/١)

اگر کوئی شخص میرے بائیں کان میں مجھے گالی دے اور میرے دائیں کان میں مجھ سے معذرت کرے تو بھی میں اس کی معذرت قبول کرلوں گا اور معاف کردوں گا۔

قیمتی ملفوظ

حضرت احنف بن قیسؒ کے ملفوظات میں ہے:

جب تمہارے پاس کوئی ندامت کے ساتھ معذرت کرتا ہوا آئے تو تم اس کی معذرت قبول کرو اور خندہ پیشانی سے ملو۔ (کلمات اکابر: مرتبہ: مولانا محمد اسحاق بنارسی:۸۲)

امام ابوحاتمؒ کی ہدایت

امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں:

لا يَخْلُو الْمُعْتَذِرُ فِي اعْتِذَارِهِ مِنْ إِحْدَى حَالَتَيْنِ: إِمَّا أَنْ يَكُونَ صَادِقًا فِي اعْتِذَارِهِ، أَوْ كَاذِبًا، فَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَقَدِ اسْتَحَقَّ الْعَفْوَ، لِأَنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ لَمْ يُقِلِ الْعَثَرَاتِ، وَلَمْ يَسْتُرِ الزَّلَّاتِ، وَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَالْوَاجِبُ عَلَى الْمَرْءِ إِذَا عَلِمَ مِنَ الْمُعْتَذِرِ إِثْمَ الْكَذِبِ، وَخُضُوعَ الْإِعْتِذَارِ أَلَّا يُعَاقِبَهُ عَلَى الذَّنْبِ السَّالِفِ بَلْ يَقْبَلَ إِعْتِذَارَهُ. (روضة العقلاء: ١٧١)

معذرت کرنے والا اپنی معذرت میں دوصورتوں سے خالی نہیں ہوتا: یا تو وہ اپنی معذرت خواہی میں سچا ہوتا ہے یا جھوٹا ہوتا ہے، اگر سچا ہو تو وہ معافی کا مستحق ہے، اس لئے کہ سب سے بدترین انسان وہ ہے جو غلطیوں کو معاف نہ کرے اور لغزشوں کی پردہ پوشی نہ کرے، اگر معذرت کرنے والا جھوٹا ہے تو بھی انسان کی ذمہ داری ہے کہ جب اسے معذرت پیش کرنے والے کے بارے میں جھوٹ کے گناہ اور معذرت خواہی کی عاجزی دونوں کا علم ہو تو اسے سابقہ گناہ پر سزا نہ دے بلکہ اس کی معذرت قبول ہی کرلے۔

ہبار بن الاسود کی معافی طلبی اور آپ ﷺ کی وسیع الظرفی

ہبار بن الاسود قبول اسلام سے پہلے مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے، حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ زوجہ ابوالعاص بن ربیع جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ جارہی تھیں تو ہبار بن الاسود نے مع چند اوباشوں کے جا کر راستے میں حضرت زینبؓ کے ایک نیزہ مارا جس سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں، حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا اور اسی بیماری میں انتقال فرمایا۔

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ہبار کا خون مباح فرمایا تھا، جب آپ ﷺ جعرانہ سے واپس ہوئے تو ہبار حاضر خدمت ہوئے، اور آ کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے، صحابہ نے

عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ہبار بن اسود ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھ لیا، حاضرین میں سے ایک شخص نے ہبار کی طرف اٹھنے کا قصد کیا تو آپ نے اشارے سے فرمایا: بیٹھ جاؤ، ہبار بن اسود نے کھڑے ہوکر عرض کیا:

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ: أَشْھَدُ أَنْ لاَ اِلَہَ اِلَّا اللّٰہُ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، قَدْ ھَرَبْتُ مِنْکَ فِی الْبِلادِ وَأَرَدْتُ اللَّحَاقَ بِالْأَعَاجِمِ ثُمَّ ذَکَرْتُ عَائِدَتَکَ وَصِلَتَکَ وَصَفْحَکَ عَمَّنْ جَھِلَ عَلَیْکَ، وَکُنَّا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ أَھْلَ شِرْکٍ فَھَدَانَا اللّٰہُ بِکَ وَأَنْقَذَنَا مِنَ الْھَلَکَۃِ، فَاصْفَحْ عَنْ جَھْلِیْ وَعَمَّا کَانَ یَبْلُغُکَ عَنِّی فَإِنِّیْ مُقِرٌّ بِسُوْءِ فِعْلِیْ مُعْتَرِفٌ بِذَنْبِیْ.

اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، میں آپ سے بچتے ہوئے مختلف علاقوں میں بھاگا پھرا، میں نے عجمیوں سے جا ملنے کا ارادہ کیا، لیکن پھر مجھے آپ کی مہربانی، صلہ رحمی، نوازش اور جاہلانہ حرکت کرنے والوں کے ساتھ مثالی عفو ودر گذر کی خوبیاں یاد آئیں، اے اللہ کے نبی: ہم شرک میں مبتلا تھے، اللہ نے آپ کے ذریعہ ہم کو ہدایت عطا فرمائی اور ہمیں ہلاکت سے بچایا، اب میں حاضر ہوں، آپ میری جہالت اور میری طرف سے پہنچنے والی تمام باتوں اور حرکتوں کو معاف فرما دیجئے، بلاشبہ میں اپنے برے افعال کا اقراری اور اپنے گناہوں کا معترف ہوں۔

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ عَفَوْتُ عَنْکَ، وَقَدْ أَحْسَنَ اللّٰہُ إِلَیْکَ إِذْ ھَدَاکَ لِلإِسْلَامِ، وَالإِسْلَامُ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَہُ. (سیرۃ المصطفیٰ: ۲/۵۳۵-۵۳۶ بحوالہ زرقانی)

میں نے تمہیں معاف کر دیا، اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کا معاملہ فرمایا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی رہنمائی فرمائی، اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

زریں ہدایات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم نے سالکین کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا ہے:

ہم نے یہ دیکھا ہے کہ لوگ زبان سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہاں میں نے معاف کر دیا، لیکن دل میں بیر پھر بھی رکھتے ہیں، وہ حقیقت میں معاف نہیں کرتے، اس بات کو یاد رکھتے ہیں، بھائی! اگر آپ نے معاف کر دیا تھا تو وہ بات آپ بھول چکے ہوتے، زبان سے دوست کو کہہ دیتے ہیں: ہاں میں نے معاف کر دیا، لیکن عمل میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، اس کو معاف کرنا نہیں کہتے، اللہ معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود بھی معاف کرنے والے ہیں، دوسرے کی غلطی کو معاف کر دینا اللہ کی بھی سنت ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ کی بھی سنت ہے، اور جلدی معاف کر دینا صالحین کا بھی شعار ہے۔

اللہ تعالیٰ بھی معاف فرماتے ہیں، نبی علیہ السلام بھی معاف فرماتے تھے اور صحابہ کرامؓ بھی معاف فرماتے تھے اور اولیائے کرام بھی معاف فرماتے ہیں، تو ہم بھی اپنے اندر یہ صفت پیدا کریں، اگر کوئی بندہ ہم سے غلطی کی معافی مانگے تو ہم اس کو فوراً معاف کر دیں، کوئی بندہ غلطی کر کے معافی مانگے تو جلدی معاف کر دینا چاہیے، معافی میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لا يَرْحَمُ النَّاسَ. (بخاری: ٧٣٧٦)

اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔

ایک اورحدیث مبارکہ میں فرمایا:

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا أَهْلَ الْأَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. (ابو داؤد: ٤٩٤٥)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

اگر کسی کو معاف کرنے کا دل نہ کررہا ہو تو نفس پر جبر کرکے اپنے غصے کو قابو کرنا اور رحم دلی کا مظاہرہ کرکے اس کو معاف کردینا، یہ عادت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، ایسے انسان پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہیں۔ (تا بہ منزل صرف دیوانے گئے: ۲۲۲، ۲۲۵)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی نصیحت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تبلیغی جماعت کے بانی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے حقیقی چچا ہیں، شیخ ایک مرتبہ اپنے ملازم پر ناراض ہوگئے اور فرمایا تم نے کیوں ایسی نالائقی کی، اس نے کہا: حضرت جی معاف کردو غلطی ہوگئی، انسان ہوں، حضرت شیخ نے فرمایا یہ غلطی تو تم نے ایک درجن بار کی ہے دو چار دفعہ ہو تو معاف کردوں، تم تو بار بار یہی غلطی کررہے ہو، میں تمہیں کتنا بھگتوں، مولانا الیاس صاحبؒ شیخ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، شیخ کے کان میں فرمایا کہ مولانا: اتنا بھگت لو جتنا قیامت کے دن اپنا بھگتوانا ہے، یعنی اتنا معاف کردو جتنا اپنا معاف کرانا ہے لہٰذا یہ مت کہو کہ کتنا بھگتوں، زیادہ سے زیادہ معاف کردو۔ (علاج الغضب: وعظ: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب: ۱۵-۱۶)

باب ہشتم:

معافی طلبی اور معذرت خواہی کی اہمیت

اہمیت، فوائد اور برکات

جس طرح دوسروں کو معاف کردینا انتہائی فضیلت کا عمل ہے، اسی طرح اپنا قصور ہو تو بے تکلف اور بلا تاخیر صاحب معاملہ سے معذرت کرنے اور معافی چاہنے کی ہدایت بہت اہتمام کے ساتھ شریعت میں ملتی ہے، اور یہ تاکید بھی کی گئی ہے کہ صاحب معاملہ علم، عمر اور مقام میں کتنا فروتر کیوں نہ ہو اس سے معاملات صاف کرنے اور معذرت خواہی میں کوئی پس وپیش نہیں ہونا چاہئے۔

معذرت خواہی بہت عظیم عمل ہے، یہ بلند ہمتی اور وسیع الظرفی کی دلیل اور انسان کے حقیقی طور پر متواضع ہونے اور دل کے تکبر سے پاک ہونے کی علامت ہے، معذرت خواہی کمزوری اور بے بسی نہیں، اخلاقی طاقت ہے، اپنی غلطی کا اعتراف اور دوسروں کے جذبات کا لحاظ و پاس اور حق شناسی قابل تحسین وصف ہے۔

معذرت خواہی کے فوائد و برکات میں: (۱) دوسروں کے نزدیک اپنے تئیں اعتماد کی بحالی، (۲) جانبین سے حسد وبغض کا خاتمہ، (۳) طرفین سے بدگمانی کا رفع ہونا، (۴) باہم الفت واجتماعیت کا فروغ، (۵) اللہ کی طرف سے قصور کا معاف ہوجانا بہت نمایاں ہیں۔

قصوروار کی ذمہ داری

کسی بھی معاملے میں قصوروار شخص کی شرعی، اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ

صاحب معاملہ سے معذرت خواہی، معافی طلبی اور تصفیہ میں اپنی انا کو مانع نہ بننے دے، بالعموم زوجین کے نزاعات میں شوہر کی طرف سے، عام نزاعات میں چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی طرف سے، طلبہ کے معاملے میں استاذ کی طرف سے معذرت خواہی میں انانیت رکاوٹ بن جاتی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

معذرت اور معافی کے طالب کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ معذرت خواہی میں تاخیر نہ کرے، عجلت سے کام لے، بسااوقات تاخیر سے دلوں میں گرہیں اس طرح پڑ جاتی ہیں کہ ان کا کھلنا مشکل ہوجاتا ہے، نیز جرم وقصور اور معذرت ومعافی طلبی میں مساوات رہنی چاہئے، اگر جرم علانیہ ہوا ہے تو معذرت علانیہ ہونی چاہئے، یہ نہیں کہ جرم تو مجمع عام میں ہو اور معذرت تنہائی میں ہو، اس سے بسااوقات تصفیہ نہیں ہوپاتا اور خلش ختم نہیں ہوتی، بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اگر جرم تنہائی میں ہوا ہے تو بھی معذرت علانیہ کرلی جائے۔

عربی کا مقولہ ہے:

كَفَى بِالإِقْرَارِ بِالذَّنْبِ عُذْراً، وَبِرَجَاءِ الْعَفْوِ شَافِعًا. (العفو والتسامح: ماجد ایوب: ٤٦)

قصور کا اقرار سب سے بہتر اور کافی عذر ہے، اور معافی کی امید سب سے بڑھ کر سفارشی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

”ہمارے بزرگوں نے ایک جملہ سکھایا ہے جو اکثر وبیشتر لوگوں کی زبان پر ہوتا ہے، یہ بڑا اچھا جملہ ہے، وہ یہ کہ جب کسی سے جدا ہوتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں:

”بھائی! ہمارا کہا سنا معاف کردینا“

یہ بڑا کام کا جملہ ہے اور اس میں بڑی عظیم حکمت کی بات ہے، اگرچہ لوگ اس کو بغیر سوچے سمجھے کہہ لیتے ہیں، لیکن حقیقت میں اس جملے میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اس

وقت ہم تم سے جدا ہو رہے ہیں، اب دوبارہ معلوم نہیں کہ ملاقات ہو یا نہ ہو، موقع ملے یا نہ ملے، لہٰذا میں نے تمہارے بارے میں کچھ کہا سنا ہو، یا تم پر کوئی زیادتی کی ہو، تو آج میں تم سے اس کی معافی مانگتا ہوں، لہٰذا سفر میں جاتے ہوئے اس کی عادت ڈالنی چاہئے کہ جن سے میل ملاقات رہتی ہو، ان سے یہ جملہ کہہ دینا چاہئے، جب وہ سامنے والا جواب میں یہ کہہ دے کہ میں نے معاف کر دیا تو ان شاء اللہ معافی ہو جائے گی۔

معاف کرانے کا یہ طریقہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں بتایا جن تک رسائی ہوسکتی ہے، لیکن بہت سے اہل تعلقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان تک رسائی ممکن نہیں، مثلاً ہم لوگ اکثر بسوں میں، ریلوں میں، ہوائی جہازوں میں سفر کرتے ہیں، اور ان سفروں میں نہ جانے کتنے لوگوں کو ہم سے تکلیف پہنچ گئی ہوگی، اب ہمیں نہ ان کا نام معلوم ہے اور نہ ہی ان کا پتہ معلوم ہے، اور اب ان تک پہنچ کر ان سے معافی مانگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، ایسے لوگوں سے معافی مانگنے کا بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طریقہ بتا دیا جو انتہائی آسان ہے، وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے حق میں یہ دعا فرما دی:

أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَوْ مُؤْمِنَةٍ آذَيْتُهُ أَوْ شَتَمْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ أَوْ لَعَنْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلَاةً وَ زَكٰوةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ. (سنن الدارمی: الرقاق: باب فی قول النبی أیما رجل الخ:۲٦٤۷، مسند احمد: ۷۸۵۲)

یعنی اے اللہ! میری ذات سے کسی مؤمن مرد یا عورت کو کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو، یا میں نے کبھی کسی کو برا بھلا کہا ہو یا میں نے کبھی کسی کو مارا ہو، یا کبھی کسی کو لعنت کی ہو، یا کبھی اس کے حق میں بددعا کی ہو، تو اے اللہ! میرے ان سارے اعمال کو اس شخص کے حق میں رحمت بنا دیجئے، اور اس کو اس کے پاک ہونے کا ذریعہ بنا دیجئے اور میرے اس عمل کے نتیجے میں اس کو اپنا قرب عطا فرما دیجئے۔

لہٰذا بزرگوں نے فرمایا کہ جن تک آپ نہیں پہنچ سکتے اور جن سے معافی مانگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، ان کے حق میں یہ دعا کردیں، کیونکہ جب آپ کی پہنچائی ہوئی تکلیف ان کے حق میں رحمت بن جائے گی تو ان شاء اللہ خود ہی معاف کردیں گے، اور ان کے حق میں ایصال ثواب کریں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایصال ثواب صرف مردوں کو ہوسکتا ہے جو دنیا سے جاچکے، زندوں کو نہیں ہوسکتا، یہ خیال غلط ہے، ایصال ثواب تو زندہ آدمی کو بھی کیا جاسکتا ہے، لہٰذا عبادت کرکے، تلاوت کرکے اس کا ثواب ایسے لوگوں کو پہنچادو جن کو آپ کی ذات سے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو، اس کے نتیجے میں تم نے اس کے ساتھ جو زیادتی کی ہے ان شاء اللہ اس کی تلافی ہوجائے گی۔

اس کے علاوہ ایک عمومی دعا یہ کرلو کہ یا اللہ! جس جس شخص کو مجھ سے تکلیف پہنچی ہو، اور جس شخص کی مجھ سے حق تلفی ہوئی ہو، اے اللہ! اپنے فضل سے اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمایئے اور میرے اس عمل کو اس کے لئے رحمت کا ذریعہ بنادیجئے اور اس کو مجھ سے راضی کردیجئے، اور اس کے دل کو میری طرف سے صاف کردیجئے تاکہ وہ معاف کردے۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۵/ ۳۳۶-۳۳۷)

روشن نمونے

معذرت طلبی، معافی چاہنا اور معاملات کا تصفیہ حضور اکرم ﷺ، صحابۂ کرام، اولیائے عظام اور سلف امت کا خاص اسوہ اور طریقہ رہا ہے:

(۱) آپ ﷺ کا کردار

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک صاحب کمزور وناتواں تھے، ان کو نبی کریم ﷺ سے ایک ضرورت تھی، وہ تنہائی میں آپ ﷺ کے سامنے اپنی ضرورت رکھنا چاہتے تھے، آپ ﷺ بطحاء نامی مقام پر لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، وہ

صاحب رات میں آتے اور آپ ﷺ کی آرام گاہ کا چکر لگاتے، اور صبح تک موقع نہ ملتا، آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے اور اس طرح ان کو تنہائی میں آپ ﷺ سے بات کرنے کا موقع نہ ملتا، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات وہ صاحب آپ ﷺ کی آرام گاہ کا صبح تک چکر لگاتے رہے، صبح ہونے پر جب آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو وہ صاحب سامنے سے آئے اور آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا: حضور! مجھے آپ ﷺ سے ضرورت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ضرورت جلد پوری کی جائے گی، لیکن انہوں نے فوری پوری کرنے پر اصرار کیا، آپ ﷺ کو جب اندیشہ ہوا کہ یہ واقعی مجھے روکے رکھیں گے اور ادھر جماعت کھڑی ہونے میں تاخیر ہوجائے گی تو آپ ﷺ نے انہیں ایک کوڑا مارا اور آگے بڑھ گئے، پھر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام آپ کی طرف متوجہ ہوئے، آپ ﷺ کی اس عادت سے صحابہ کرام واقف تھے، فوراً سمجھ گئے کہ کوئی اہم واقعہ ضرور پیش آیا ہے، چنانچہ صحابہ آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہوگئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جسے میں نے تھوڑی دیر پہلے کوڑا مارا تھا وہ کہاں ہے؟ کوئی جواب نہ ملنے پر آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ اگر اس مجمع میں وہ آدمی ہو تو کھڑا ہوجائے، راوی کہتے ہیں کہ وہ صاحب اللہ اور رسول کی پناہ مانگنے لگے اور آپ ﷺ ان سے قریب آنے کے لئے کہتے رہے، حتی کہ وہ آپ ﷺ کے بالکل قریب ہوگئے، اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے کوڑا ان کے ہاتھ میں دیا، پھر فرمایا: اس کوڑے کے ذریعہ مجھ سے بدلہ لے لو، انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ! میں اللہ کے نبی سے بدلہ لوں؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: بدلہ لے لو، کوئی حرج نہیں، انہوں نے پھر کہا: اللہ کی پناہ! میں اللہ کے نبی سے بدلہ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم بدلہ نہیں لینا چاہتے ہو تو معاف کردو، یہ سننا تھا کہ انہوں نے کوڑا زمین پر رکھ دیا اور کہا: حضور! میں نے معاف کردیا۔ (المطالب العالیہ: ۳۸۰۴)

روایات میں آتا ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں کھڑے ہوکر عام صحابہ کے مجمع کے سامنے فرمایا:

”میری ذات سے کبھی کسی انسان کو کوئی تکلیف پہنچی ہو، یا کبھی مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہو، تو میں آج اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرتا ہوں، اگر وہ اس زیادتی کا بدلہ لینا چاہتا ہے تو میں بدلہ دینے کو تیار ہوں، اور اگر وہ مجھ سے کوئی صلہ طلب کرنا چاہتا ہے تو میں وہ دینے کے لئے تیار ہوں، اور اگر وہ معاف کرنا چاہتا ہے تو میری درخواست ہے کہ وہ معاف کردے۔“

اس عمل کے ذریعہ حضور اقدس ﷺ نے امت کو سکھا دیا کہ جب میں یہ عمل کررہا ہوں تو تم بھی اگر اپنی پچھلی زندگی کے داغ دھونا چاہتے ہو تو اپنے ملنے جلنے والوں، اپنے عزیز واقارب، اپنے دوست واحباب سے یہی پیش کش کرو کہ نہ جانے پچھلی زندگی میں مجھ سے آپ کی کیا حق تلفی ہوئی ہو، آج میں اس کا بدلہ دینے کو تیار ہوں، اور اگر آپ معاف کردیں تو آپ کی مہربانی۔ (مستفاد از: اسلام اور ہماری زندگی: ۵/۳۳۳-۳۳۵)

(۲) حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما

حضرات شیخین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے واقعات میں مذکور ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی مسئلہ میں بحث وتکرار شروع ہوگئی، حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے کچھ ایسی باتیں سامنے آئیں کہ حضرت عمرؓ بہت زیادہ خفا ہوگئے، اس پر ان کو ندامت ہوئی، اور حضرت عمرؓ سے معافی مانگی، لیکن شدت غضب کی وجہ سے انہوں نے معاف نہیں کیا، اب وہ سیدھے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور حضور ﷺ کو سارا واقعہ سنایا اور عرض کیا کہ ان سے معافی تلافی کرنے میں ناکامی پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے تین مرتبہ فرمایا:

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَکَ يَا أَبَا بَکْرٍ.

اے ابوبکر! اللہ تم کو بخش دے گا۔

اتنے میں حضرت عمرؓ کو بھی احساس ہوا کہ معافی تلافی کر لینی چاہئے، چنانچہ وہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے، معلوم ہوا کہ وہ یہاں تشریف فرما نہیں ہیں، خیال ہوا کہ شاید حضور ﷺ کی مجلس میں ہوں، چنانچہ وہ بھی حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر خفگی کے آثار ظاہر ہونے لگے، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ گھٹنے کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ! میری ہی زیادتی تھی، میری ہی زیادتی تھی۔ (بخاری: المناقب: فضل ابی بکر: ۳۶۶۱)

(۳) فاروقی کردار

حضرت عطاءؒ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک صاحب کے پاس سے گزرے، جو ایک عورت سے بات کر رہے تھے، آپؓ نے ان کو ایک کوڑا مارا، انہوں نے عرض کیا: امیر المومنین! یہ تو میری بیوی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو پھر تم مجھ سے بدلہ لے لو، انہوں نے پس و پیش کی، آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو معاف کر دو، انہوں نے کہا: امیر المومنین: میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ (کنز العمال: ۱۳۶۲۲)

(۴) حضرت عمرؓ کا اسوہ

سیدنا عمر فاروقؓ ایک دن کسی کام میں مصروف تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا: امیر المومنین! میرے ساتھ چلئے اور میری مدد کیجئے، فلاں آدمی نے مجھ پر زیادتی کی ہے، سیدنا عمرؓ اس وقت امور مملکت میں سے کسی انتہائی اہم کام میں مصروف تھے آپ نے اسے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

جب عمر تمہارے لئے وقت نکالتا ہے تو اس وقت تم آتے نہیں اور جب میں دیگر ضروری کاموں میں مصروف ہوتا ہوں تو آجاتے ہو، وہ آدمی اپنے آپ کو ملامت کرتا ہوا واپس چلا گیا، تھوڑی دیر بعد سیدنا عمر فاروقؓ کو احساس ہوا کہ میں نے اس کی دار رسی میں کوتاہی کی ہے، یہ خیال آتے ہی انہوں نے حکم دیا کہ اس آدمی کو واپس لایا جائے، جب وہ واپس آیا تو آپ نے اپنا درہ اس کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: میں نے تمہاری بروقت دادرسی نہ کر کے تم پر

زیادتی کی ہے، تم مجھ سے اس زیادتی کا بدلہ لے سکتے ہو۔

وہ آدمی بولا: نہیں امیر المومنین! میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور آپ کی رضا کے لئے معاف کرتا ہوں، سیدنا عمرؓ نے فرمایا: اس طرح نہ کہو یا تو صرف اللہ کی رضا کے لئے معاف کرو اور ثواب کے امیدوار ہو جاؤ یا مجھ سے قصاص لے لو، وہ یہ بات سمجھ گیا اور کہنے لگا، امیر المومنین! میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے معاف کرتا ہوں۔

اس وقت آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے، ان میں احنف بن قیسؒ بھی تھے، وہ اس قصے کے روای اور عینی شاہد ہیں، فرماتے ہیں: پھر سیدنا عمرؓ نے نفل نماز پڑھنا شروع کی، دو رکعتیں ادا کیں تو اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، ابن خطاب! تو کتنا گرا پڑا آدمی تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے بلندی عطا کی، تو گمراہ تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت بخشی، تو ذلیل تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے عزت عطا فرمائی، تجھے لوگوں کا حاکم بنا دیا، تیرے پاس ایک آدمی ظلم کے انسداد میں مدد کا طلب گار ہوا، تو نے اس کی دادرسی کی بجائے اس کی سرزنش کر ڈالی، کل جب تو اپنے رب کے حضور پیش ہوگا تو کیا جواب دے گا؟ سیدنا عمرؓ اپنے آپ کو اس طرح ڈانٹتے رہے ملامت کرتے رہے، میں انہیں دیکھتا رہا حتیٰ کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ آپ پوری کائنات میں سب سے اچھے انسان ہیں۔ (سیدنا عمر فاروقؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات: عبدالمالک مجاہد: ۹۸-۹۹)

(۵) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے ایک شاگرد مولانا نور محمد صاحبؒ فرماتے ہیں: جس زمانے میں مجھے گنگوہ کی حاضری نصیب تھی، اور حضرت سے حدیث پڑھا کرتا تھا، دیکھتا تھا کہ طالب علم ہو یا مسافر جو بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا اس کو تین روز تک حضرت اپنا مہمان سمجھتے اور دسترخوان پر پاس بٹھا کر یا مکان سے کھانا منگا کر اپنے روبرو کھلایا کرتے تھے، جب طلبہ کی آمد زیادہ ہوئی اور حضرت کے مشاغل

بہت بڑھ گئے تو طلبہ کو کھانا کھلانے کا وہ اہتمام آپ سے نہ ہوسکا جو کبھی کبھی آنے والے مسافر کا ہوتا تھا، مگر تین دن تک مہمانی ضرور قائم تھی۔

اتفاق سے ایک پنجابی طالب علم آئے اور خدا جانے کیا وجہ پیش آئی کہ مکان سے ان کا کھانا نہ آیا، چونکہ یہ طالب علم میرے پہلے ملاقاتی تھے، اس لئے مجھے رنج ہوا اور میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بیبا کانہ غصہ کے ساتھ عرض کیا کہ طلبہ کیا مہمان نہیں، دوسرے لوگ ہی مہمان ہیں، آخر اس کی کیا وجہ کہ جو بھی مہمان آتا ہے آپ اس کو خود کھانا کھلاتے ہیں اور ان بیچاروں کو دوسروں پر چھوڑ کر اتنی بھی خبر نہیں لیتے کہ مکان سے کھانا آیا یا نہیں؟

بعد میں مجھے اپنی اس حرکت اور گستاخ جرأت پر بہت ندامت ہوئی، مگر اس وقت غصہ کی حالت میں جو کہنا زیبا نہ تھا وہ بھی کہہ گزرا، میری اس عرض پر حضرت نے ندامت کے ساتھ گردن جھکا لی اور مجھ ناکارہ سے کہ ادنیٰ شاگرد تھا معذرت کا یہ فقرہ فرمایا کہ ”بے شک میری غلطی ہے ان شاء اللہ آئندہ نہ دیکھو گے“ اس دن کے بعد سے میں نے دیکھا کہ حضرت نے طالب علم کی مہمانی کسی معتمد سے معتمد شخص کے حوالے بھی نہیں کی، جو کوئی آیا خود اس کو کھانا کھلایا، آپ کی یہ بے نفسی اور للّٰہیت دیکھ کر مجھے یقین ہوا کہ حضرت بڑے پایہ کے شیخ ہیں۔

(حیات رشید: مفتی محمد فاروق صاحبؒ: ۳۷۰-۳۷۱)

(۶) امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ

جناب مولانا سید احمد صاحبؒ نے امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ: جس سال ہماری بخاری و ترمذی حضرت شاہ صاحب کے یہاں زیر درس تھیں، دار العلوم دیوبند میں ایک عجیب مجہول شخصیت طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوئی، یہ شخصیت پنجاب کی تھی، میلے کچیلے کپڑے، پھٹا پرانا لباس، یہ طالب علم صرف درس میں نظر آتا باقی تمام اوقات مطالعہ میں گزارتا، عصر سے تا مغرب اکثر طلبہ تفریح کے لئے

نکل جاتے مگر یہ کبھی تفریح میں نظر نہیں آیا، محنتی اور شوقین طلبہ بھی کبھی اپنی ضرورت کے لئے بازار جاتے لیکن اسے دیوبند کے بازار میں نہیں دیکھا گیا، حد تو یہ ہے کہ دار العلوم میں اجتماعات یا وقتی و ہنگامی جلسوں میں بھی اس کی صورت نظر نہ پڑتی، میلے کچیلے کپڑے جن پر جوئیں گشت کرتی رہتیں، طلبہ اس کے قریب بیٹھنے یا اپنے قریب بٹھانے سے گریز کرتے، اس کا معمول تھا کہ کھانے کے اوقات میں مٹی کا ایک پیالہ لئے ہوئے مطبخ آتا، کھانا لینے کے بعد وہیں بیٹھ کر کھالیتا، اسی پیالہ کو لئے ہوئے مولسری کے کنویں پر پہنچتا، پیالہ کھنگال کر اسی میں پانی پیتا اور پھر بدستور داخل حجرہ، ایک آدھ مرتبہ اس کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو ایک بوریا اور ایک اینٹ جس سے یہ تکیہ کا کام لیتا، اس کے سوا کمرے میں کوئی چیز نہیں تھی، میں اور میرے رفیقِ درس مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے ایک روز خلاف معمول اس طالب علم کو دیکھا کہ اپنی مخصوص نشست چھوڑ کر ہمارے ساتھ سامنے والی نشست پر آبیٹھا، پھٹا پرانا لباس اس پر چلتی ہوئی جوئیں، اپنی کوفت سے زیادہ یہ احساس تکلیف کا باعث بن رہا تھا کہ حضرت استاذ کو بھی اذیت ہوگی، حضرت شاہ صاحب تشریف لا چکے تھے، آپؒ کی تقریر روانی کے ساتھ جاری تھی، حافظ ابن تیمیہ، ابن حجر عسقلانی، ابن ہمام، بدرالدین عینی وغیرہ کے حوالے، بلند پایہ تحقیقات اور اس پر ردوقدح کے دوران حضرت استاذ کی مسکراہٹ، میں نے یہ سمجھ کر کہ آپ کی تمام تر توجہ اس وقت متعلقہ مسئلہ کی جانب ہے، نہایت ہی خفی لہجے میں اس طالب علم سے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی، اتنے غلیظ ہوکر یہاں آبیٹھے ہو، میں مطمئن تھا کہ میری آواز حضرت کے کان تک نہیں پہنچی ہوگی، گردن اٹھا کر دیکھا تو شاہ صاحب کی کشادہ پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پڑی ہوئی تھیں اور تقریر کا انبساط بھی رخصت ہو چکا تھا، سبق قبل از وقت ختم کیا اور درسگاہ سے رخصت ہوتے ہوئے مجھے اشارے سے بلایا، جب میں قیام گاہ پر پہنچا تو محسوس ہوا کہ آپ شدید ناگواری میں ہیں، فرمایا کہ: مولوی صاحب آپ بہت نظیف ہیں کہ ایک

غریب طالب علم کی آپ نے دل شکنی فرمائی، یہ تواضع کے قطعاً خلاف اور کبر کی علامت ہے، آپ کو کیا معلوم جس طالب علم کو آپ نے سخت وسست کہا وہ عرصہ کے بعد واحد طالب علم ہے جو میری تقریر کو مکمل سمجھ رہا ہے، جایئے اس سے معافی مانگئے۔

حضرت استاذ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی، لیکن یہ شبہ باقی رہا کہ حضرت نے اس طالب علم کے متعلق ایسے وقیع کلمات کس لئے استعمال کئے، ایک روز امتحان کی غرض سے اس طالب علم کے کمرہ میں پہنچ کر ایک اہم روایت کے متعلق سوال کیا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کی زبان سے شاہ صاحب کی تقریر اس طرح سنی کہ الفاظ کی بھی تبدیلی نہیں تھی۔ (نقش دوام: حضرت مولانا انظر شاہ مسعودیؒ:۹۴-۹۶)

(۷) حکیم الامت حضرت تھانویؒ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ:

چھوٹوں سے معافی مانگنے میں بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ میں معافی مانگیں گے تو گستاخ ہوکر زیادہ نافرمانی کرے گا، بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم معافی مانگیں گے تو یہ شرمندہ ہوگا، مگر یہ عذر اس وقت ہیں جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں، ان صورتوں میں تو صرف اس کا خوش کردینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہوجائے گا، اور بعض اوقات اس سے تعلق رکھنا نہیں ہوتا جیسے ملازم کو موقوف کردیا، یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا، اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہوجانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جاوے، اس میں اگر کوئی رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے، گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے، مگر کبر کے مقتضاء پر عمل تو ہوا، اگر کوئی کبر کو تسلیم نہ کرے تب بھی تو ظلم ہوا جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں کبر کا گناہ نہ ہوا تو ظلم کا تو ہوا۔ (مآثر حکیم الامت:۲۵۵-۲۵۶)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا طرز عمل یہ تھا کہ انہوں نے بطور خاص ''العذر والنذر'' کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر شائع کرایا اور تمام احباب میں تقسیم کرایا، اس رسالے میں یہ مضمون لکھوایا کہ چونکہ میرے بہت سے لوگوں سے تعلقات رہے ہیں، نہ جانے مجھ پر کس کا حق ہو اور وہ حق مجھ سے پامال ہو گیا ہو، یا مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہو، آج میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں، اگر مجھ سے اس حق کا بدلہ لینا چاہتا ہے تو بدلہ لے لے، اگر کوئی مالی حق میرے ذمہ واجب ہے تو وہ مجھے مالی حق یاد دلا دے، میں بدلہ دے دوں گا، یا کسی کو جانی تکلیف پہنچائی ہے تو اس کا بدلہ دینے کو تیار ہوں، ورنہ میں معافی کی درخواست پیش کرتا ہوں، حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے سچے دل سے معافی مانگتا ہے تو دوسرے مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ اس کو معاف کر دے، اگر وہ معاف نہیں کرتا تو وہ آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی کی امید نہ رکھے۔ (مستفاد از: اسلام اور ہماری زندگی: ۵/ ۳۳۵)

(۸) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خاص خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے یہاں کوئی مہمان تشریف لائے، ان کی کسی بات پر ان کو کچھ سخت کلمہ کہہ دیا، پھر خیال ہوا کہ مجھ سے زیادتی ہوگئی، مجھ کو ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا، یہ خیال آتے ہی بے قرار ہو گئے، اور فوراً سواری کا انتظام کر کے ان کے پاس ان کی بستی میں پہنچے، ان کی بستی کافی فاصلہ پر تھی، وہاں پہنچ کر ان صاحب کا پتہ معلوم کیا اور ان سے ملاقات کی اور معافی کی درخواست کی کہ میں نے تم کو یہ جملہ کہہ دیا تھا، جس سے تم کو تکلیف ہوئی ہوگی، اس کی معافی کے لئے آیا ہوں، تم مجھے معاف کر دو، اس نے کہا بھی کہ حضرت مجھ کو تو کوئی خیال بھی نہیں اور حضرت کو اس سے زیادہ کہنے اور ڈانٹنے کا حق ہے، مگر حضرت نے معافی پر اصرار کیا، مجبوراً اس نے کہا: میں نے معاف کیا، حضرت فوراً واپس ہو گئے، اس نے ہر چند ناشتہ وغیرہ کے لئے روکنا چاہا، مگر

حضرت نے عذر فرمایا کہ مکان پر مہمان ہیں، مہمانوں کو چھوڑ کر آیا ہوں، اس لئے رکنے کا موقع نہیں اور فوراً واپس ہو گئے، رات کو خواب دیکھا۔

خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ مع حضرات صحابہ کرامؓ ایک کشتی میں سوار ہیں، اور میں دوسری کشتی میں سوار ہوں، حضرت نبی کریم ﷺ نے سیدنا حضرت علیؓ کو حکم فرمایا: کہ عبدالغنی کی کشتی کو میری کشتی سے باندھ دو، سیدنا حضرت علیؓ نے ایک ہاتھ سے میری کشتی کو پکڑا، دوسرے ہاتھ سے حضرت نبی کریم ﷺ کی کشتی کو پکڑا اور دونوں کو ملا کر ان کے درمیان ایک میخ ٹھونک دی، اس میخ کو ٹھوکنے کے لئے اس پر کوئی چیز زور سے ماری اس آواز سے میری نیند کھل گئی، معلوم ہو گیا کہ معافی چاہنے کا کیا اجر وثواب ہے۔

ہمارے اکابر کا یہی طرز تھا کہ اگر کسی سے کوئی بات ہوگئی اور خیال ہوا کہ اس کو میری بات سے تکلیف ہوئی ہوگی تو فوراً معافی تلافی کی فکر فرماتے تھے اور بڑے کو بھی اپنے چھوٹوں سے معافی چاہنے میں عار نہیں ہوتی تھی، اور آج کل تو اپنے بڑوں سے معافی چاہنا بھی عار سمجھا جاتا ہے۔ (حدود اختلاف:۲۹-۳۰)

(۹) حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ کے حالات میں آتا ہے کہ الہ آباد اور گورکھ پور کے قیام سے پہلے حضرت کا مستقل قیام وطن میں تھا، خانقاہی نظام آب وتاب سے قائم تھا، مخالفین کا ایک طبقہ حسد، بغض اور سازش میں مصروف تھا، بار بار یہ طبقہ اشتعال انگیزی کرتا تھا، حضرت خود فرماتے ہیں:

”میری بستی میں ایک مولوی صاحب رہتے ہیں جو دوسرے مسلک کے لوگوں میں سے ہیں، چنانچہ اطراف میں میلاد وغیرہ پڑھنے جایا کرتے ہیں، ایک دفعہ قریب ہی کی بستی میں میلاد پڑھ کر واپس آرہے تھے کہ راستے میں میرے ایک آدمی نے جو اسی بستی کا تھا، ان

سے کچھ پوچھا، انہوں نے کچھ جواب دیا، اس پر اس نے پھر کچھ کہا، غرض بات بڑھ گئی اور ان مولوی صاحب نے چھڑی سے اس کو مار دیا، وہ بھی جوان آدمی تھا اس نے مولوی صاحب کو اٹھا کر پٹخ دیا، اور غالباً کچھ مارا بھی، میں ان دنوں مئو میں تھا، یہاں دوسرے فریق کو بہت اشتعال ہوا اور اندیشہ ہوا کہ فساد ہو جائے گا، ایک آدمی سائیکل سے فوراً میرے پاس پہنچا اور کہا کہ دو واقعے کی اطلاع کرنے آیا ہوں، ایک تو یہ کہ گاؤں میں پولیس آئی ہے اور گھر گھر ہتھیاروں کی تلاشی لی جارہی ہے، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے، اور دوسرا واقعہ اس سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ فلاں شخص نے فلاں مولوی صاحب کو پیٹ دیا ہے، اس کی وجہ سے دوسری جماعت کے لوگ بہت مشتعل ہیں، اور معلوم نہیں اس وقت گاؤں کا کیا حال ہوگا، میں نے کہا: پہلی بات کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے، اور دوسرے واقعے کے سلسلہ میں تم یہ کرو کہ ان مولوی صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ بات وہاں تک (یعنی حضرت مولانا تک) پہنچ گئی ہے، اور اس شخص نے آپ کو نہیں مجھ کو مارا ہے، اب اس کا بدلہ ہمارے ذمہ ہے، اور ان کی مسجد پر کھڑے ہو کر زور سے اعلان کردو کہ اس واقعہ کا فیصلہ اب مولانا کریں گے، اب آپ لوگ قطعی مشتعل نہ ہوں، اگر انصاف نہ ہوا تو پھر جو چاہے کیجئے گا، پھر میں مئو سے کوپا آیا، وہاں وہ مجرم صاحب بھی تشریف لائے، سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ سب کے سامنے ان پر بہت خفا ہوا اور خوب مارا، اور کہا کہ تم سے کیا مطلب تھا؟ اگر انہوں نے اپنی تقریر میں کچھ کہا بھی تھا تو میں اس کا رد کرتا یا نہ کرتا، اس کا تعلق تو مجھ سے تھا، تم نے ان کو کیوں مارا، اور ان کی توہین تم نے کیوں کی، لوگوں نے جو اس کو دیکھا تو یقین آ گیا کہ میں واقعی اس سے ناخوش ہوں، اور اس سے ان کے اشتعال میں بہت کچھ کمی آ گئی، پھر میں نے ان صاحب سے کہا کہ جاؤ اور مولوی صاحب کا پاؤں پکڑ کر ان سے معافی مانگو اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ پالکی پر ان کو اپنے گھر لے جا کر ان کی دعوت کرو تب میں معاف کروں گا ورنہ نہیں، چنانچہ وہ صاحب گئے اور معافی مانگی، انہوں نے معاف کر دیا، لوگوں نے

کہا کہ آپ نے اتنی جلدی معاف بھی کردیا، کہنے لگے بھائی اس شخص نے ایسے طور پر مجھ سے معافی مانگی کہ مجھے معاف کرنا ضروری ہوگیا، اور میں معاف کرنے پر مجبور ہوگیا، پھر اس نے دعوت کے لئے کہا تو ان کے گھر کی عورتوں نے کہا کہ اسی گاؤں سے کل پٹ کر آئے ہو اور آج وہیں دعوت کھانے جاؤ گے، یہ تو بڑی بے غیرتی کی بات ہے، تو کہنے لگے بھائی عورتیں منع کرتی ہیں، اس نے کہا: اچھا کھانا میں یہیں لاؤں گا، اور دعوت کرنی تو مجھے ضروری ہے، اس لئے کہ ہمارے حضرت کی معافی اسی پر موقوف ہے، خیر اس کو منظور کرلیا، وہ گھر گیا اور عمدہ کھانے پکوا کر لایا اور ان کے گھر دے آیا، اور دوسرے دن جب وہ برتن لینے گیا تو مولوی صاحب وہی کھانا کھا رہے تھے، کہنے لگے دیکھو جی تمہارے ہی یہاں کا بچا ہوا کھانا اس وقت بھی کھا رہا ہوں، غرض وہ بالکل راضی ہوگئے اور ایک اتنا بڑا فتنہ جس کو سن کر میں اول وہلہ میں تو سمجھا تھا کہ اب ایسی آگ لگ گئی ہے کہ اس نے تو اب تک کی میری ساری محنت ہی خاکستر کر کے رکھ دی ہے، لیکن الحمد للہ کہ وہ فتنہ فرو ہوگیا، اور اپنے بعد اپنا کوئی اثر بھی نہیں چھوڑا، اس سے میں نے سمجھا کہ یہ اخلاق کی فتح ہے، یہی سکھلاتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لوگ اس طور پر کام کریں۔ (حیات مصلح الامت: مرتبہ: حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی: ۱/ ۱۵۸-۱۶۰)

(۱۰) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں:

”میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے وفات سے تین سال پہلے جب پہلی مرتبہ دل کا دورہ پڑا، ہسپتال ہی میں مجھے بلا کر فرمایا کہ تم میری طرف سے ایسا ہی ایک مضمون لکھ دو جیسے حضرت تھانویؒ نے ”العذر والنذر“ میں اپنے اہل تعلق کو لکھا تھا، اور اس کا نام یہ رکھنا ” کچھ تلافی مافات“ اس میں لفظ ” کچھ“ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس کے ذریعہ یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں اپنے پچھلے سارے معاملات کی تلافی کررہا ہوں، بلکہ یہ ” کچھ“ تلافی کررہا ہوں، یہ مضمون

لکھوانے کے بعد شائع فرمایا، اور اپنے تمام اہل تعلق کو خط کے ذریعے بھیجا تا کہ ان کی طرف سے معافی ہو جائے‘‘۔(اسلام اور ہماری زندگی: ۵/ ۳۳۵-۳۳۶)

(۱۱) حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

معروف عالم دین حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے:

اس وقت صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دار العلوم کے سلسلہ میں بد قسمتی سے جو اختلاف ہمارے درمیان پیدا ہوا جس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، مجلس شوریٰ کے ایک رکن کی حیثیت سے میرا بھی اس میں حصہ رہا، اس سلسلہ میں میں نے جو کچھ لکھا یا عملاً کیا اگر چہ یہ سمجھ کر لکھا یا کیا کہ یہ دار العلوم اور جماعت کا مجھ پر حق ہے، اور اگر میں نے اس میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں جواب دہی کرنا پڑے گی، تاہم میں بشر ہوں، خطا اور نفس وشیطان کے شر سے محفوظ نہیں ہوں ’’وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِىُ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ‘‘ بالکل ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں جناب کے حق میں مجھ سے تعدی (زیادتی) ہوئی ہو، اس کے لئے عاجزانہ طور پر معافی کا طالب وسائل ہوں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:’’ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ‘‘ کو پیش نظر رکھتے ہوئے معاف اور آخرت کے مؤاخذہ سے بری فرما کر اس عاجز پر احسان فرمائیں گے۔(حیات نعمانی: ۱۷۵)

(۱۲) حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے حالات میں ملتا ہے کہ ایک موقع پر کچھ فتنہ پرور طلبہ نے جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ میں اسٹرائیک برپا کر دی اور ان میں سے بعض نے حضرت کے ساتھ بھی گستاخانہ رویہ اختیار کیا، حضرت نے معاملات کے تصفیہ کے لئے جامعہ کے بڑے اساتذہ کو مامور کیا کہ وہ طلبہ سے بات کریں، انہیں سمجھائیں

اور معاملہ سلجھائیں، اساتذہ نے طلبہ کو مسجد میں جمع کیا اور گفتگو شروع کی، لیکن حضرت کی طبیعت پر اس قدر اثر تھا کہ برداشت نہیں ہوا، پیچھے پیچھے حضرت بھی تشریف لے گئے، مسجد آکر ان طلبہ کے مجمع میں حضرت کھڑے ہوگئے اور بے قابو ہوکر بے ساختہ بے تحاشا دھاڑ دھاڑ کر چیخ چیخ کر حضرت رونے لگے اور روتے روتے کہتے جاتے کہ ''اُن لڑکوں سے تم کو کیا شکایت ہے؟ وہ لڑکے تو رات میرے گھر پر سو رہے تھے پھر کس کو کس سے شکایت ہے، میں ہاتھ جوڑتا ہوں، پیر جوڑتا ہوں سو بار معافی مانگتا ہوں، میں تم کو اپنا بیٹا سمجھتا ہوں، میری زندگی تمہارے سامنے ہے، اب تک تم کو میرا مزاج نہیں معلوم ہوا، میں تو تم لوگوں کے پیچھے خون پسینہ ایک کرتا ہوں، مدرسہ میں آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا جیسا آج ہو رہا ہے، میری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا''، حضرت یہ سب باتیں کہتے جاتے تھے اور بار بار فرماتے جاتے تھے ''مجھے معاف کردو، مجھے معاف کردو''، حضرت کی زبان سے رونے کی وجہ سے آواز صاف نہ نکلتی تھی، حضرت کے اس طرح کہنے اور رونے کی وجہ سے سارے لڑکے بھی زاروقطار رونے لگے اور کہنے لگے حضرت ہم کو معاف کردیجئے ہم پڑھنے جارہے ہیں، پوری مسجد میں رونے ہی کی آواز آرہی تھی، مسئلہ اس وقت ٹھنڈا ہوگیا، طلبہ پڑھنے چلے گئے، حضرت کمرے تشریف لے آئے۔

مگر اس سب کے بعد بھی کچھ سازشی طلبہ سازش میں مصروف رہے، یہ معلوم ہونے کے بعد حضرت نے بعد نماز عشاء جامعہ کی مسجد میں بہت موثر خطاب فرمایا اور اس طرف متوجہ کیا کہ ہر آدمی کو اپنی غلطی اور کمی پر نگاہ رکھ کر اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، خطاب کے بعد حضرت نے معاملہ میں شریک طلبہ سے فرمایا کہ سب لوگ ایک دوسرے سے معافی مانگیں، دل صاف کریں، سلام، مصافحہ اور معانقہ کریں، حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب لکھتے ہیں کہ: اس موقع پر حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ: جس کے ذہن میں جو بات اور اعتراض ہو اسی وقت ابھی ظاہر کردے اور اپنا دل صاف کرلے، بعد میں کچھ نہ کہے، ایک طالب علم کھڑا ہوا اور احقر راقم الحروف کے متعلق کہا کہ فلاں مولوی صاحب نے درجہ میں طلبہ کے

سامنے کہا تھا کہ فلاں لڑکا سید ہے، حضرت کے خاندان کا ہے، اس کی نسبت اونچی ہے، اگر واقعی بھی غلطی ہوتی تو چشم پوشی سے کام لینا چاہئے تھا نہ یہ کہ مسئلہ کھڑا کردیتے وغیرہ وغیرہ......اس پر اس طالب علم نے کہا کہ مولوی صاحب کو اس طرح نہ کہنا چاہئے تھا بلکہ انصاف کرنا چاہئے تھا اور انصاف کی بات کہنا چاہئے تھا، احقر حضرت کا خادم بھی تھا اور طلبہ احقر کے شاگرد تھے حضرت والا کو احقر پر اعتماد تھا، حضرت نے برجستہ بے تکلف فرمایا چلو زید اٹھو معافی مانگو، چنانچہ احقر مجمع میں طلبہ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں نے طلبہ کے سامنے درجہ میں سادات کے فضائل وحقوق اور حضرت کے خاندان کا لحاظ کرنے اور جھگڑے کو ختم کرنے کے متعلق بیان کیا تھا جن کو برا لگا ہو میں معافی چاہتا ہوں معاف کردیں، اس کے بعد مسئلہ ختم ہوگیا، مجلس برخاست ہوگئی، حضرت بہت خوش ہوئے۔

بعد میں بعض اساتذہ نے احقر سے افسوس سے کہا کہ طلبہ سے معافی مانگ لی اور اس پر احقر کو ملامت کی، احقر نے عرض کیا کہ مجھے تو فخر اور خوشی ہے کہ سادات اور حضرت کے خاندان کے فضائل بیان کئے اور انہیں کے کہنے سے معافی بھی مانگ لی، الحمد للہ مجھے خوشی ہے۔

دورانِ تقریر حضرت نے ایک بات اور فرمائی تھی کہ میں تو اپنے کو قصوروار سمجھتا ہوں، مجھ ہی سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، جس کی مجھے یہ سزا ملی ہے، میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ مجھ سے کوئی چوک ہوئی اور اللہ کی طرف سے تنبیہ کی گئی، میں تو سمجھتا ہوں کہ میرا ہی کوئی قصور ہے اور واقعی مجھ سے چوک ہوئی میرے معمولات چھوٹ گئے اس ناغہ کی مجھے سزا ملی۔ (مستفاد از تحفہ مدارس: ۳۵۵-۳۶۵ مختصراً)

(۱۳) حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کے افادات میں ہے کہ:
ہمارے حضرت مرشد عالمؒ اپنا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے کسی معمولی سی بات پر

بیوی کو جھڑک دیا تو وہ خاموش ہوگئی، میں وضو کر کے مسجد جانے لگا تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے بیوی کا دل دکھا دیا اور اب میں جا کر امامت کرواؤں گا، اس طرح اللہ میری نماز کیسے قبول فرمائیں گے، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بچے کو مسجد میں بھیج دیا کہ لوگوں سے کہو کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں آ کر نماز پڑھاؤں گا، انتظار کرو، پھر میں گھر واپس آ گیا، بیوی نے دیکھا تو حیران ہوئی کہ آپ نماز پڑھانے گئے تھے، پھر واپس کیوں آ گئے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں نے آپ کو ایسے ہی بلا وجہ جھڑک دیا، آپ خاموش ہوگئیں، مجھے لگتا ہے کہ میں نے آپ کا دل دکھایا، میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں، تو وہ مسکرا پڑی کہ نہیں کوئی بات نہیں، آپ جائیں نماز پڑھائیں، حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے بیوی کو مسکراتے دیکھا تب میں آیا اور مصلے پر کھڑا ہوا، ہمارے اکابر اس طرح اپنی بیویوں کا دل خوش کرتے تھے، اگر غلطی ہو جاتی تو فوراً معافی مانگ لیتے تھے۔

ہم معافی نہیں مانگتے، ہم بہانے تراشتے ہیں، اس کی وہ وجہ تھی، اس کی یہ وجہ تھی، یہی تو نفس کی مکاری ہے کہ وہ مانتا نہیں، وہ بہانے بناتا ہے، اگر کوئی غلطی کی معافی مانگے تو اس کو جلد معاف کر دیں، ہم سے غلطی ہوئی تو ہم اس سے فوراً معافی مانگیں، یہ چیز کفار میں آج بہت زیادہ ہے، ذرا ذرا سی بات پہ اتنا جلدی وہ معافی مانگتے ہیں کہ دوسرے بندے کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ہوا کیا ہے۔

ایک مرتبہ مجھے کسی بیرون ملک میں بلڈ چیک کروانا تھا، ہمارے دوست ڈاکٹر تھے، عاجز سے بیعت بھی تھے، وہ کہنے لگے کہ حضرت! میرے ہاسپٹل میں خون چیک ہوتا ہے، آپ آ جائیں، ہم نے کہا: بہت اچھا، اب جب وہ خون لینے لگا تو خون کے لئے جو سوئی ڈالی جاتی ہے تو عام طور پہ میں نے دیکھا ہے کہ سوئی ڈالنے والوں کو تھوڑی مشکل پیش آتی ہے، جلد وہ جگہ نہیں ملتی جہاں سے خون نکالتے ہیں، میں نے اس کو پہلے بتا دیا، اس نے دو تین دفعہ کوشش کی،

مگر وہ کامیاب نہ ہوسکا۔

اس نے ایک آسٹریلین گورے ڈاکٹر کو بلایا کہ آپ آکر خون نکالیں، جب وہ ڈاکٹر آیا تو اللہ کی شان کہ اس نے خون کے لئے وہ سوئی لگا تو دی، لیکن میں نے اندازہ لگایا کہ اس نے تقریباً تیرہ یا چودہ مرتبہ Sorry کیا، یعنی سوئی لگانے سے پہلے بھی Sorry، پھر سوئی لگائی پھر Sorry، پھر سوئی کو ہلانا تھا پھر Sorry، میں اتنا حیران ہوا کہ ایک کافر ہے، لیکن ان کے معاشرے میں یہ سوری کرنے کی کتنی ٹریننگ دی جاتی ہے کہ ایک مریض کے خون کا نمونہ لینے کے لئے اس نے تیرہ چودہ مرتبہ Sorry کہا، یہ تو ہمیں کہنا چاہیئے تھا کہ ہم مسلمان ہیں، لیکن افسوس! ہماری ایسی چیزوں کو کفار نے اپنا لیا اور ہم اپنی اچھی چیزوں کی برکت سے محروم ہوگئے۔ (تابہ منزل صرف دیوانے گئے: ۲۳۰-۲۳۲)

❍❖❍

باب نہم:

چند قابل توجہ پہلو

(الف) عفو و درگذر کی راہ کی رکاوٹیں

عفو و درگذر کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں، جن میں نمایاں طور پر:

(۱) غصہ کی شدت

(۲) جذبۂ انتقام

(۳) بغض

(۴) کینہ

(۵) حسد

(۶) بدگمانی

سرفہرست ہیں، ان گناہوں سے باز آئے بغیر اور ان جذبات پر قابو پائے بنا عفو و درگذر کی فضیلت حاصل نہیں کی جا سکتی۔

(ب) لمحۂ فکریہ

منقول ہے کہ اخلاقیات کے ایک استاذ نے طلبہ سے پوچھا: اگر تمہارے پاس 86,400 روپے ہوں اور کوئی لٹیرا ان میں سے دس روپے چھین کر بھاگ جائے تو تم کیا کروگے؟ کیا تم اُس کے پیچھے بھاگ کر اپنی لوٹی ہوئی دس روپے کی رقم واپس حاصل کرنے کی کوشش کروگے؟ یا پھر اپنے باقی کے بچے ہوئے 86,390 روپے کو حفاظت سے لے کر اپنے راستے پر چلتے رہوگے؟ کلاس روم میں موجود اکثریت نے کہا کہ ہم دس روپے کی حقیر رقم

کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے باقی پیسوں کو حفاظت سے لے کر اپنے راستے پر چلتے رہیں گے۔استاذ نے کہا: تمہارا بیان اور مشاہدہ درست نہیں، میں نے دیکھا ہے کہ زیادہ تر لوگ ان دس روپے کو واپس لینے کے چکر میں ڈاکو کا پیچھا کرتے ہیں اور نتیجے کے طور پر اپنے باقی کے بچے ہوئے 86,390 روپے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں،طلبہ نے حیرت سے استاذ کو دیکھتے ہوئے کہا: سر، یہ ناممکن ہے، ایسا کون کرتا ہے؟استاذ نے کہا: یہ 86,400اصل میں ہمارے ایک دن کے سیکنڈ ہیں، کسی دس سیکنڈ کی ناراضگی اور غصے کی بنیاد بنا کر ہم باقی کا سارا دن سوچنے، جلنے اور کُڑھنے میں گزار کر اپنا باقی کا سارا دن برباد کرتے ہیں، یہ والے دس سیکنڈ ہمارے باقی بچے ہوئے 86,390 سیکنڈوں کو بھی کھا کر برباد کردیتے ہیں۔

اللہ پاک ہمیں روزانہ وقت اور دنیا میں رہنے کی مہلت عطا کرتے ہیں جن پر اللہ کے ساتھ ساتھ ہمارے خاندان، بیوی بچوں، دوستوں اور بہت لوگوں کا حق ہے، باتوں کو نظر انداز کرنا سیکھئے، ایسا نہ ہو کہ آپ کا کوئی وقتی اشتعال، ناراضگی آپ سے آپ کے سارے دن کی طاقت چھین کر لے جائے، معاف کریں، بھول جائیں اور آگے بڑھیں۔(سبوخ سید)

(ج)عفوودرگذر کے نمایاں اثرات وبرکات

حاصل یہ ہے کہ اپنے مخالفین اور معاندین کو معاف کردینا اور ان کے ساتھ حسن سلوک:

(۱)اعلیٰ درجہ کا عمل خیر ہے۔

(۲)بلند ہمتی اور عزیمت کا کام ہے۔

(۳)یہ ایک طرف ان کے ساتھ رحم ومحبت کا اظہار بھی ہے۔

(۴)دوسری طرف اپنے لئے اللہ سے عفو ورحمت کی خاموش مگر مؤثر التجا اور طلب بھی ہے۔

(۵)عفوودرگذر اللہ کی رضا اور قرب کا باعث ہوتا ہے۔

(۶)قرآنی صراحت اسے تقویٰ قرار دیتی ہے،اور اسے متقیوں کی صفات میں نمایاں

طور پر شامل رکھتی ہے، چناں چہ یہ حصول تقویٰ کا مؤثر ذریعہ بھی ہے۔

(۷) اسے عزت ورفعت کا ضامن قرار دیا گیا ہے۔

(۸) اسے قلبی ونفسیاتی سکون واطمینان اور روحانی پاکیز گی کا باعث بتایا گیا ہے، حیاتِ مطمئنہ کا ایک بنیادی عنصر ''عفوواحسان'' ہوتا ہے۔

(۹) بندہ اس کے ذریعہ خدا اور خلق خدا سب کی نگاہوں میں محبوب ہوجاتا ہے۔

(۱۰) اس طرز عمل کو خاموش دعوت بھی کہا جا سکتا ہے، یہ غیروں کو اسلام سے قریب کرنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

(۱۱) یہ حسن اخلاق کی دلیل ہے۔

(۱۲) یہ کمال اسلام، نور ایمان اور یقین کے استحکام کی علامت ہے۔

(۱۳) یہ انسان کی وسعت ظرف اور فراخیٔ دل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

(۱۴) اس کی مدد سے بہت سے فتنوں، غلطیوں، لغزشوں اور بے اعتدالیوں سے حفاظت حاصل ہوجاتی ہے۔

(۱۵) یہ انسان کے تواضع کی نشانی ہے۔

(۱۶) یہ انسان کو انتقام کے مضر اثرات (جن میں اللہ ورسول کی ناپسندیدگی، عداوت اور کینہ میں اضافہ، ظلم میں مبتلا ہوجانا وغیرہ نمایاں ہیں) سے بچانے والی چیز ہے۔

(۱۷) سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ معاشرتی تعلقات کے استحکام، محبتوں کے فروغ، نفرتوں کے خاتمے، فاصلوں کو مٹانے، اجتماعیت کی بحالی، وحدت کی برقراری، اخوت واتحاد کی آبیاری، عداوت کو محبت سے تبدیل کردینے اور سماجی توڑ پھوڑ اور بکھراؤ کی ہر صورت سے حفاظت میں ''عفوودرگذر، احسان واعراض، صبر وضبط اور مروت وسیر چشمی'' کے اس کردار کا دخل سب سے بنیادی ہوتا ہے، اسی لئے شریعت میں اس کو اس درجہ اہمیت حاصل ہے۔

باب دھم:

معاف کرنے کی عادت ڈالئے

پرسکون زندگی کا ایک بہت خوبصورت، مجرب اور کارگر طریقہ یہ ہے کہ آدمی روزانہ نیند کے بستر پر جانے سے پہلے پہلے اپنے تمام مخالفین، حاسدین اور دشمنوں کو کھلے دل سے معاف کردینے کی عادت ڈال لے، یہ طریقہ اپنا کر انسان دارین کی سعادت حاصل کرسکتا ہے، اسے دنیا میں ذہنی اور نفسیاتی سکون واطمینان میسر آجائے گا، اور دنیا میں دوسروں کو معاف کرنے کے صلہ میں آخرت میں اسے اللہ کی طرف سے عفوورحمت کا پروانہ ضرور مل کر رہے گا۔

اپنے ہر مخالف اور بدسلوکی کرنے والے کو یکسر معاف کردینے کا عمل اپنی روحانی و جسمانی صحت وعافیت اور سکینت ومسرت کے لئے سب سے کارگر، مفید، مؤثر، مجرب اور تیر بہدف دوا ہے، یہ دوا ہم کو "وحی الٰہی" کے سچے اور ناقابل ترمیم "نسخۂ شفا" سے معلوم ہوتی ہے، قرآن فرماتا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ. (حم السجدہ: ۳۴)

برائی کا جواب بھلائی سے دو۔

اور:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (آل عمران: ۱۳۴)

(اللہ کے نیکوکار بندے وہ ہیں جو) غصے کو پی جاتے ہیں، لوگوں کو معاف کردیتے ہیں، اور اللہ کو حسن سلوک کرنے والے محبوب ہوتے ہیں۔

جو شخص خوب صورت، مسرتوں سے لبریز اور سعادتوں سے مالا مال زندگی جینا چاہتا ہے اسے یہ کرنا ہوگا کہ وہ اپنے سینے میں انتقام کے جذبے کو پروان نہ چڑھنے دے اور اپنے دل میں غصہ کی آگ کو مشتعل نہ ہونے دے، انتقام اور مشتعل غیظ وغضب وہ آلائشیں ہیں جو دل کو آلودہ کرڈالتی ہیں، جس طرح کتا پاک برتن میں منہ ڈال کر پی لیتا ہے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھونے اور آٹھویں بار مٹی سے مانجھنے کا حکم ہے، اسی طرح دل میں انتقام وغضب کے شعلے بھڑک رہے ہوں تو سات مرتبہ عام معافی اور درگذر کے اعلان اور آٹھویں بار اپنے مخالف کے ساتھ حسن سلوک کی تدبیر اپنا کر دل کو پاک کیا جانا چاہئے۔

منقول ہے کہ ایک آدمی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑے ہوکر گالی دے رہا تھا اور یہ بھی کہہ رہا تھا کہ میں آپ کو ایسی گالی دوں گا جو آپ کی قبر تک آپ کے ساتھ جائے گی، یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے بہت ٹھنڈے اور دھیمے لہجے میں فرمایا تھا: بلکہ تمہاری گالی تمہاری قبر تک تمہارے ساتھ جائے گی۔

امام شعبیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ کسی نے انہیں گالی بکی اور برا کہا، امام شعبیؒ نے جواب دیا:

إِنْ كُنتَ كَاذِبًا فَغَفَرَ اللّٰهُ لَكَ، وَإِنْ كُنتَ صَادِقًا فَغَفَرَ اللّٰهُ لِيْ.

اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تم کو معاف کرے، اور اگر تم سچے ہو تو اللہ مجھے معاف کرے۔

اپنے دلوں کو عداوت ونفرت کے سانپوں، کینہ اور کھوٹ کے بچھوؤں اور حسد اور جلن کے اژدھوں میں تبدیل کردینا ایمان ویقین کی کمزوری، اعلیٰ اخلاق واقدار سے محرومی اور حالات کا درست ڈھنگ سے مقابلہ اور سامنا کرنے کی صلاحیت نہ ہونے کی دلیل ہوتا ہے، شیکسپیئر کا قول ہے کہ اپنے دل میں اپنے مخالف اور دشمن کے لئے عداوت وانتقام کی بھٹی مت جلاؤ، ورنہ اُس کی آگ تم کو بھی جلا کے ہی چھوڑے گی۔

جو دل عداوت وانتقام کے جذبات سے پاک صاف ہو وہ قابل رشک ہوتا ہے، ایسا شخص بہت سعادت منداور خوش نصیب ہوتا ہے، اس کی زندگی سکون کا گہوارہ ہوتی ہے، اسے میٹھی نیند کی انمول دولت میسر ہوتی ہے، اس کا باطن بے حد شفاف اوراجلا ہوتا ہے، اور حقیقت میں لطفِ زندگی اسی کو حاصل ہوتا ہے۔

دنیا کی مختصر زندگی میں اپنے مخالفین سے حساب کتاب برابر کرنے کی کہاں گنجائش ہے؟ اپنے ہر ہر دشمن اور مقابل سے انتقام لینے کا کہاں موقع ہے؟ مختصر سی زندگی کو ایسے رد عمل میں برباد کرنا اپنے ہاتھوں اپنا سکون غارت کرنا ہے، جو تنگ دل انسان اپنے ہر مقابل ومخالف کی ہر ہر حرکت کے جواب، ری ایکشن اور انتقام کی فکر میں لگتا ہے وہ اپنے کئے کرائے پر بھی پانی پھیر دیتا ہے، اپنے دامن کو گناہوں سے بھی بھر لیتا ہے اور اپنے سکون اور چین کو بھی تباہ کر ڈالتا ہے، اس پر مستزاد وہ جسمانی، دماغی اور قلبی خطرناک بیماریوں کی زد میں بھی آجاتا ہے۔

اللہ نے انسان کو جو زندگی عطا فرمائی ہے وہ بہت بیش قیمت اور خوب صورت ہے، آپ رات ودن کی گردش پر نظر ڈالئے، چمکتے ہوئے سورج اور دمکتے ہوئے چاند پر نگاہ کیجئے، طلوع وغروب کے دل فریب مناظر دیکھئے، صبح وشام کے سہانے نظارے آنکھوں میں قید کیجئے، پھر آپ اپنا جائزہ لیجئے، آپ الجھنوں میں کیوں گرفتار ہیں؟ آپ غموں کے اسیر کیوں ہیں؟ آپ بے چینی کے شکار کیوں ہیں؟ کیا آپ ستاروں کی مانند جگمگا نہیں سکتے اور اندھیاروں میں روشنی کے دیپ جلا نہیں سکتے؟ کیا آپ پرندوں کی طرح نغمہ سرا نہیں ہو سکتے اور دنیا کو امیدوں کا حیات افزا پیام نہیں دے سکتے؟ کیا آپ بادِ نسیم کی طرح تازگی اور لطافت بکھیر نہیں سکتے اور دنیا کو مسرت وسکون کی نویدِ جاں فزا نہیں دے سکتے؟ کیا آپ لالہ وگل وشبنم کی طرح خوشبو، رونق اور شگفتگی منتقل کر کے دنیا کے لئے سراپا خیر وافادیت نہیں بن سکتے؟

یقیناً یہ سب ہوسکتا ہے اور آپ کی زندگی جمال وحسن کا دل آویز مرقع بن سکتی ہے، شرط یہ ہے کہ آپ شیطان، شر، شک، شبہے، دشنام، بدنامی، بدفالی، دوسروں کی تکلیف پر خوشی کے

سفلی جذبات، انتقام، غضب اور ردعمل کی نفسیات واحساسات کو اپنی زندگی سے پورے طور پر نکال باہر کر دیں، مشکل اس وقت ہوتی ہے جب ہم میں سے کوئی فال بد اور ناامیدی کا شکار بن کر اپنی آنکھوں پر ایسا چشمہ لگالیتا ہے جس میں اسے ہر چیز کا صرف منفی اور تاریک پہلو ہی نظر آتا ہے اور مثبت اور روشن پہلو اوجھل ہو جاتا ہے، پھر وہ سورج کو دیکھتا ہے تو اس کی تابانی کے بہ جائے اس کی تمازت وحرارت کو دیکھ کر شکوہ کناں ہو جاتا ہے، چمنستان پر نظر ڈالتا ہے تو گلوں کی لطافت اور مہک کے بہ جائے اس کی نظر خاروں پر اٹک جاتی ہے اور وہ انہیں میں الجھ کر رہ جاتا ہے، رات میں چمکتے ستاروں پر نگاہ پڑتی ہے تو اسے روشنی کے دھیمے پن کی شکایت ہونے لگتی ہے، ہونا تو یہ تھا کہ آفتاب کی تابانی اس کے لئے حیات تازہ کا پیغام بن جاتی، خورشید مبین کا دیدار اس کے لئے شاعر کے بہ قول ع

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں

وحدت واجتماعیت کے لئے مہمیز بن جاتا، چمنستان کی سیر اس کے لئے انقلابِ نو کا مژدہ ثابت ہو جاتی، پھولوں کے نظارے اس کو یہ سبق دیتے کہ اسے بھی اپنے معاشرے اور انسانیت کو معطر و پاکیزہ بنانے کی فکر اوڑھنی ہے، اور اپنا مزاج شاعر کے اس شعر کے سانچے میں ڈھالنا ہے کہ ؎

گلشن پرست ہوں، مجھے گل ہی نہیں عزیز
خاروں سے بھی نباہ کئے جارہا ہوں میں

ستاروں کی چمک اس کے لئے اپنے اصل مشن کی خاطر سرگرم ہو جانے کی نوید ہو جاتی، پھر وہ اس کی مدھم روشنی کا شکوہ کرنے کے بہ جائے یہ سبق اخذ کرتا کہ اسے اپنے کردار کی سطح اتنی بلند کرنی ہے کہ وہ پوری قوم کے لئے زینت قرار پائے، اور اسے ہر موڑ پر انسانیت کے قافلے کی صحیح رہبری کا کام بھی نبھانا ہے اور گمراہی کے سیلاب کے آگے بند لگانے کی ہر ممکن سعی، اور شیطانی قوتوں کو کم زور کرنے کی پوری محنت کرنی ہے۔

میں آپ کی خدمت میں یہ تجویز دردِدل سے پیش کررہا ہوں کہ آپ اپنی نیند کے آغاز سے پیشتر اپنے ہر مخالف ومقابل کو معاف کردینے کا اہتمام شروع کردیجئے، آپ محسوس کریں گے کہ ایسا کرنے کے بعد آپ کی وہ رات آپ کی زندگی کی سب سے پرسکون، سعادتوں اور مسرتوں سے لبریز اور یادگار رات بن جائے گی، اور پھر آپ ہر رات یہ عمل انجام دینے کی طرف خود لپک اٹھیں گے، شریف رضی کی زبان میں آپ کہیں گے ع

یَـــا لَیْــلَۃَ الْــعَــفْــوِ ھَلاَّ عُـدْتِ ثَــانِیَۃً

اے معافی کی رات: تم دوبارہ ہم پر سایہ فگن ہوجاؤ۔

عفوودرگذر کی روش اختیار کرنے والوں کو صد بار مبارک باد، غصہ پی جانے اہل ظرف کو محبتوں کا سلام، چشم پوشی اور فراخ دلی دکھانے والے سعادت مندوں کی خدمت میں ہزار تہنیت وتشکر، عرب شاعر کہتا ہے ؎

وَلا أَحْــمِــلُ الْــحِقْــدَ الْــقَدِیْــمَ عَــلَیْــھِــمْ
وَلَیْــسَ کَـرِیْــمُ الْــقَــوْمِ مَــنْ یَحْمِلُ الْحِقْدَ

میں اپنے مخالفوں کے لئے کینہ اور بغض سنبھال کر نہیں رکھتا، قوم کا معزز اور کریم انسان وہ نہیں ہوا کرتا جو اپنے دل میں کینہ اور بغض کا ناپاک بوجھ اٹھائے پھرتا ہو۔

باکردار انسان اور سچا مسلمان اپنے وجود کو عداوت، انتقام، اور نفرت کے زہر سے پاک رکھتا ہے، وہ اعلیٰ اخلاق کی رفعتوں اور پاکیزہ کردار کی عظمتوں کا حامل وامین ہوتا ہے، اور اس کی سیرت وسلوک کی پیشانی پر:

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُہُ عَلَی اللّٰہِ. (الشوریٰ: ۴۰)

جو عفوودرگذر سے کام لے اور معاملات سنوار دے، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

کی قرآنی مہر نقش وثبت ہوتی ہے، اوراس کی نمود اس کی ہر نقل وادامیں نظر آتی ہے۔

ہم نے دوسروں کے ساتھ جو بدسلوکی کی ہو، اللہ اسے معاف فرمادے، اور ہمارے ساتھ جس نے بھی براسلوک کیا ہو، اللہ اسے معاف فرمادے، اور ہم سب کو اپنی ابدی جنت کی نعمت گاہ میں:

وَنَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِيْنَ. (الحجر:۴۷)

ہم ان کے دلوں کے کینے نکال کر انہیں بھائی بھائی بنا کر جنت کے تخت پر آمنے سامنے بٹھادیں گے۔

کے سائبان میں اکٹھا فرمادے، آمین۔

(یہ مضمون د/ عائض القرنی کے مضمون "اَلْعَفْوُ الْعَامُّ" کی حذف واضافہ کے ساتھ ترجمانی ہے۔)

مراجع ومصادر

(۱) القرآن کریم

(۲) التفسیر الکبیر — امام رازیؒ

(۳) تفسیر القرآن العظیم — امام ابن کثیرؒ

(۴) معارف القرآن — حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

(۵) تفسیر ہدایت القرآن — مفتی سعید احمد پالن پوریؒ

(۶) توضیح القرآن (آسان ترجمۂ قرآن) — مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

(۷) آسان تفسیر قرآن — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

(۸) صحیح بخاری — امام بخاریؒ

(۹) صحیح مسلم — امام مسلمؒ

(۱۰) جامع الترمذی — امام ترمذیؒ

(۱۱) سنن ابی داؤد — امام ابوداؤدؒ

(۱۲) سنن ابن ماجہ — امام ابن ماجہؒ

(۱۳) السنن الکبری — امام نسائیؒ

(۱۴) المستدرک — امام حاکمؒ

(۱۵) مسند احمد — امام احمد بن حنبلؒ

(۱۶) کنز العمال — شیخ علی متقی ہندیؒ

(۱۷)	الترغیب والترہیب	امام منذریؒ
(۱۸)	المصنف	امام ابن ابی شیبہؒ
(۱۹)	الزھد	امام احمد بن حنبلؒ
(۲۰)	موسوعۃ ابن ابی الدنیا	امام ابن ابی الدنیاؒ
(۲۱)	مواعظ الصحابۃ	صالح احمد الشامی
(۲۲)	مرقاۃ المفاتیح	ملاعلی قاریؒ
(۲۳)	خطبات طیب	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
(۲۴)	العفو والتسامح	ماجد ایوب
(۲۵)	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم اصفہانیؒ
(۲۶)	زاد المعاد	امام ابن القیمؒ
(۲۷)	روضۃ العقلاء	ابن حبان البستیؒ
(۲۸)	قواعد نبویۃ	د/عمر المقبل
(۲۹)	کلمات اکابر	مولانا محمد اسحاق بنارسیؒ
(۳۰)	نضرۃ النعیم	نخبۃ العلماء
(۳۱)	موسوعۃ الاخلاق	شیخ علوی بن عبد القادر السقاف
(۳۲)	البیان والتبیین	جاحظؒ
(۳۳)	المستطرف	شیخ بہاؤ الدین محمد الابشیہیؒ
(۳۴)	ادب المجالسۃ	شیخ دینوریؒ
(۳۵)	حیاۃ السلف بین القول والعمل	احمد الطیار
(۳۶)	مجموعہ وصایا امام اعظمؒ	مترجمہ: مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

(۳۷) ادب الدنیاوالدین — ماوردیؒ

(۳۸) الامثال — ابن سلامؒ

(۳۹) مآثرحکیم الامتؒ — حضرت ڈاکٹرعبدالحی صاحب عارفیؒ

(۴۰) صحبتے بااولیاء — مولاناتقی الدین ندوی صاحب

(۴۱) دلائل النبوۃ — امام بیہقیؒ

(۴۲) الطبقات — امام ابن سعدؒ

(۴۳) سنہرےاوراق — عبدالمالک مجاہد

(۴۴) سیراعلام النبلاء — علامہ ذہبیؒ

(۴۵) السیرۃ النبویۃ — د/علی الصلابی

(۴۶) سیرت انسائیکلوپیڈیا — زیرنگرانی: دارالسلام

(۴۷) المغازی — علامہ واقدیؒ

(۴۸) سیرت عثمانؓ — د/علی محمدالصلابی

(۴۹) مختصرمنہاج القاصدین — ابن قدامہ مقدسیؒ

(۵۰) سیرالصحابۃ — زیرنگرانی: دارالمصنفین

(۵۱) روایات وحکایات — عبدالقیوم ندوی

(۵۲) تابہ منزل صرف دیوانے گئے — حضرت مولاناپیرذوالفقاراحمد صاحب نقشبندی

(۵۳) معافی ایک مؤمنانہ صفت — عفت قریشی

(۵۴) العلم والعلماء — ابوبکرجابرالجزائری

(۵۵) سنہرےحروف — عبدالمالک مجاہد

(۵۶) حدوداختلاف — مفتی محمدفاروق صاحبؒ

(۵۷)	وفیات الاعیان	امام ابن خلکانؒ
(۵۸)	تاریخ الخلفاء	علامہ سیوطیؒ
(۵۹)	کشکول	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
(۶۰)	سنہرے فیصلے	عبدالمالک مجاہد
(۶۱)	جواہر پارے	مولانا نعیم الدین
(۶۲)	تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
(۶۳)	محبت فاتح عالم	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
(۶۴)	سیرت سید احمد شہیدؒ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
(۶۵)	پرانے چراغ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
(۶۶)	اصلاحی واقعات کا مثالی مجموعہ	مولانا ہارون معاویہ
(۶۷)	آپ بیتی	شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ
(۶۸)	مآثر شیخ الاسلام	مولانا اسیر ادروی
(۶۹)	حیات شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات	مولانا ابوالحسن بارہ بنکویؒ
(۷۰)	حضرت محی السنہؒ	مولانا محمد عبدالقوی صاحب
(۷۱)	العقد الفرید	امام ابن عبد ربہؒ
(۷۲)	الآداب الشرعیۃ	امام ابن مفلحؒ
(۷۳)	سیرت المصطفیٰ	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۷۴)	علاج الغضب	حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ
(۷۵)	اسلام اور ہماری زندگی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
(۷۶)	سیدنا عمر فاروقؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات	عبدالمالک مجاہد

(۷۷)	حیات رشید	مفتی محمد فاروق صاحبؒ
(۷۸)	نقش دوام	حضرت مولانا انظر شاہ مسعودیؒ
(۷۹)	حیات مصلح الامت	حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ
(۸۰)	حیات نعمانی	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی
(۸۱)	تحفۂ مدارس (افادات حضرت باندویؒ)	مفتی محمد زید صاحب
(۸۲)	اشکر حسادک	د/ عائض القرنی
(۸۳)	ماہنامہ ندائے شاہی	اکتوبر ۲۰۲۰ء

مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں

● اسلام میں عفت وعصمت کا مقام

یہ کتاب عفت وعصمت کے موضوع پر انتہائی تفصیلی اور اہم پیش کش ہے، اپنے مندرجات کی جامعیت اور نصوص کی کثرت کی بنیاد پر اپنے موضوع پر اردو زبان میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، ملک وبیرونِ ملک کے اکابر علماء کے تأثرات وتقریظات سے آراستہ ہے۔ مختصر سے عرصہ میں اس کے پانچ ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، یہ کتاب بجاطور پر اس قابل ہے کہ عوام وخواص، علماء وعوام، مرد وعورت سبھی اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

● بیانات سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب موجودہ حالات میں سیرت نبویہ کے فکر انگیز پیغام اور گوشوں کو واضح کرنے والی مکمل، مدلل، مرتب، جامع اور موثر سیرت طیبہ سے متعلق چار مفصل بیانات پر مشتمل ہے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں حسن ترتیب کے ساتھ پوری سیرت کو اس کتاب میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے، عوام وخواص ہر ایک کے لئے یکساں طور پر افادیت کی حامل اور قابل مطالعہ ہے۔

● اسلام میں صبر کا مقام

یہ کتاب صبر کے موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، فاضل مصنف نے اس کتاب میں جدید اسلوب میں قرآن وحدیث، آثار صحابہ کی روشنی میں صبر کے مقام، اس کی اہمیت اور ضرورت کے متعدد پہلوؤں کو کافی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے، صبر وشکر کے تقابلی تجزیے پر مصنف نے بے حد قیمتی باتیں تحریر کی ہیں، دور حاضر کے ہر نوجوان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

● ترجمان الحدیث

اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق کے متعلق ڈیڑھ سو صحیح ترین احادیث نبویہ

کی مدلل اور عام فہم اسلوب میں عالمانہ تشریح کی گئی ہے۔ یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ اپنے مواد کی علمیت اور افادیت کی وجہ سے اسے مساجد اور اجتماعی مجالس میں سنایا اور پڑھایا جائے۔

● اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز

اس کتاب میں نماز کی اہمیت، اقسام وانواع، خشوع کی شرعی حیثیت، خشوع کے مختلف طریقوں کا ذکر قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ خشوع کے موضوع پر جو فاضلانہ اور عالمانہ مفصل ومدلل بحث کی گئی ہے وہ اردو دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد چیز ہے، یہ کتاب ہر خاص وعام کے مطالعہ میں جگہ پانے کی اولین مستحق ہے۔

● اسلام اور زمانے کے چیلنج

موجودمعاصر حالات کے تناظر میں مصنف کے اشہب قلم سے نکلی ہوئی پرسوز، پردرد اور واقعیت پسندی پر مبنی فکری تحریروں کا یہ مجموعہ موجودہ صورتِ حال میں ہر مسلمان کے لئے راہبر اور فکری غذا فراہم کرتا ہے، جو بات بھی لکھی گئی ہے باحوالہ اور نصوص کی روشنی میں ہے۔

● سیرتِ نبویہ قرآنِ مجید کے آئینے میں

یہ کتاب قرآن کی روشنی میں سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور روشن پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، قرآنی سیرت کے موضوع پر یہ اردو زبان میں پہلی باضابطہ کتاب ہے، جس میں سیرت طیبہ کو تاریخی ترتیب کے ساتھ قرآنی بیان کے آئینہ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اسلوبِ بیان بے حد پرکشش اور اچھوتا ہے۔ کتاب کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

● عظمتِ عمر کے تابندہ نقوش

یہ کتاب عربی کے مشہور ادیب شیخ علی طنطاوی کی پراثر تحریر ''قصة حياة عمر'' کی ترجمانی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے سے مزین ہے، کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت وعبقریت کے نمایاں پہلو بہت دل نشیں اور ساحرانہ اسلوب میں اجاگر کئے گئے ہیں، سیرتِ عمر پر یہ کتاب عمدہ اور قابل قدر اضافہ ہے۔

● گناہوں کی معافی کے طریقے اور تدبیریں

یہ کتاب صحیح ترین احادیث نبویہ کی روشنی میں گناہوں کی معافی کے مختلف طریقوں کو محیط ہے، اس

میں گنہ گاروں کو مایوسی سے بچنے کی تاکید اور توبہ کی تحریک اور عمل صالح کی ترغیب ملتی ہے، ہر مسلمان نوجوان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● گلہائے رنگارنگ

تین جلدوں پر مشتمل یہ وقیع کتاب قرآن وسنت کی انقلابی تعلیمات، اصلاحِ قلب ونفس ومعاشرہ، اسلام کے خلاف پھیلائے گئے مغالطوں اور شکوک وشبہات کی مکمل اور مدلل تردید کو محیط عام فہم اور دل نشیں اسلوب میں بیش قیمت اور فکر انگیز تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد مقبول ہوا، اب دوسرا ایڈیشن زیر طباعت ہے۔

● مفکر اسلام؛ جامع کمالات شخصیت کے چند اہم گوشے

یہ کتاب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات اور ان کی تابندہ زندگی کے روشن نقوش اور نمایاں امتیازات کی جامع اور مکمل تصویر کشی ہے۔ کتاب حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کے بیش قیمت مقدمات سے مزین ہے، متعدد اہل قلم کے تأثر کے مطابق مفکر اسلام کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اپنے مواد کی جامعیت، اسلوب کی دل کشی اور حسن بیان کے اعتبار سے انفرادی شان رکھتی ہے۔

● علوم القرآن الکریم

یہ کتاب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی اردو تصنیف علوم القرآن کا عربی ترجمہ ہے۔ مترجم نے بہت سلیس اور شگفتہ عربی زبان میں کتاب کو اردو سے منتقل کیا ہے، شروع میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا مقدمہ زینت کتاب ہے۔

● اسلام میں عبادت کا مقام

یہ کتاب عبادت کے موضوع پر انتہائی جامع اور محیط کتاب ہے، جس میں عبادت کے تمام پہلوؤں کا کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ عوام اور خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

● اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق

یہ کتاب معاشرتی اصلاح اور سیرت وکردار کی تعمیر کے تعلق سے بے حد مفید اور جامع کتاب ہے، جس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا ذکر بڑی تفصیل سے اور وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے، دور حاضر میں ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● اسلام دین فطرت

یہ کتاب مذہب اسلام کے امتیازات اور اس کی انسانیت نواز تعلیمات کو واضح کرتی ہے، اس میں اسلام کی جامعیت، واقعیت، حقیقت پسندی، ربانیت، امن واسلامتی، اخوت ووحدت، مساوات واجتماعیت جیسے متعدد اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ہر باذوق کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

● دیگر کتب:

- اختر تاباں (تذکرہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ)
- والد ماجد (تذکرہ حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحبؒ)
- شیخ الہند: حیات، خدمات وامتیازات
- مقام صحابہ اور غیر مقلدین
- اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن عناوین
- سچ اور جھوٹ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ
- اسلام کا جامع اور مؤثر ترین تعزیری نظام
- کچھ یادیں کچھ باتیں (تذکرہ حضرت مولانا مفتی محمد افضل حسین صاحبؒ)
- اسلام اور دہشت گردی
- بنیادی دینی اور تاریخی معلومات (اردو، ہندی)
- منشیات اور شراب: اسباب ومحرکات، شرعی ہدایات، سدباب کی تدبیریں
- موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں
- اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں

● عربی کتب:

- علوم القرآن الکریم ○ وان المساجد للّٰہ
- لمعات من الاعجاز القرآني البدیع ○ بحوث علمیة فقهیة
- اصول المعاش الاسلامی فی ضوء نصوص الکتاب والسنة......
- نظرة عابرة علی القضاء والقضاة فی الاسلام

○❖○

FBD

باہتمام: ناصر خان

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

FARID BOOK DEPOT(Pvt.)Ltd.

Corp. Off : 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, N. Delhi-2
Ph : 011-23289786, 011-23289159, 011-23278954, 011-23279998
NASIR KHAN : +91-9250963868 Mob : +919560870828
E-mail : faridbookcorner@gmail.com Whatsapp : +91-9717968328

₹ 150/-